درخشاں چہرے

مولف

رضا مختاریان

یکے از مطبوعات

جامعۃ الاطہر پبلیکیشنز

کراچی، پاکستان

درخشاں چہرے

مولف

رضا مختاریان

یکے از مطبوعات

جامعة الاطهر پبلیکشیز

کراچی، پاکستان

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

فہرست

کتاب کا مقصد ۹

باب-۱

پہلا قدم تزکیۂ نفس ۱۲

پہلے اپنا تزکیۂ نفس ۱۳

امام خمینیؒ کا بیان ۱۵

آقائے نجفی قوچانی کا بیان ۱۷

ملا صدرا اور مدرسے میں داخلے کی شرائط ۲۰

ملا صدرا کے درس کا پہلا دن ۲۲

امام خمینیؒ کے بیان پر تبصرہ ۲۴

طلبہ کو مشورہ ۲۵

باب-۲

اخلاق کا استاد اور راہ طریقت ۲۷

اخلاق کا استاد اور راہ طریقت ۲۸

امام خمینیؒ کی تقاریر سے اقتباس ۳۱

ایک اور موقعے پر آقائے خمینیؒ نے فرمایا :- ۳۲

سید العماء مرزا علی قاضی ۷۲
کرامات ۷۸
راہ عرفان و طریقت کے اساتذہ ایک نظر میں ۸۲
آیت اللہ شاہ آبادی' امام خمینیؒ کے استاد ۸۴
عارف کامل ۸۵
امام خمینیؒ کی شاہ آبادی تک رسائی ۸۸
قلمی خدمات ۹۱
بچہ خطرے سے بچ گیا ۹۲
اخلاقی تربیت کا انداز ۹۳
خدا ضرور رہنمائی کرے گا ۹۴
اللہ کی جانب سے رہنمائی ...... دو واقعات ۹۵
دوسرا واقعہ ۹۷

باب - ۳

حصول علم کے لئے اہم شرط ۱۰۱
گناہوں سے اجتناب ۱۰۲
معصیت اور ظہور امام مہدیؑ ۱۰۷
غیبت اور امام خمینیؒ ۱۱۰
وقت آخر محدث قمیؒ کی پریشانی ۱۱۱
صدر الدین عاملی، مجلس سید الشہداء میں نہ رکے! ۱۱۲
مکروہ اور مباح بھی ترک! ۱۱۲

مرزا قمیؒ اور سید محمد مجاہد ۱۶۵
سید محمد مجاہد کے چھوٹے بھائی ۱۶۶
شیخ محمد ابراہیم کلباسی ۱۶۷
صالح مازندرانی اور مرجع تقلید ۱۶۸
غیبی الہام سے رابطہ منقطع ۱۶۸
محدث قمیؒ اور نماز جماعت ۱۶۹
الحاج مرزا علی شیرازی اصفہانی ۱۷۱
استاد کل وحید بہبہانی ۱۷۲
آقائے عبدالحسین ۱۷۳
آخوند ملا عبداللہ شوشتری ۱۷۳
علامہ طباطبائی ہمارے دور کے فارابی ۱۷۴
ملا عبدالکریم ایروانی ۱۷۶
شریف العلماء ۱۷۷
آیت اللہ سید صدرالدین صدر ۱۷۷
آیت اللہ قدوسی شہید ۱۷۸
علامہ طباطبائی اور خلوص نیت ۱۷۹
علامہ محمد جواد بلاغی اور خلوص نیت ۱۸۰
کتاب "الذریعۃ" کے مصنف کا اخلاص ۱۸۱
مرجع تقلید کی سادہ زندگی ۱۸۱
کتاب صاحب "حدائق" کی عظمت ۱۸۲

استاد مرزائے قمیؒ ۲۰۲
کتاب "کفایہ" کے مولف ۲۰۲
شہید محراب برغانی ۲۰۴
سید صدرالدین عاملی ۲۰۴
دعائے سحر امام محمد باقرؑ ۲۰۵
بو علی سینا اور مشکل مسئلہ ۲۰۶
عبادت اور زیارت ۲۰۶
شیخ مفید بہت کم سوتے ۲۰۷
نہ کمی نہ زیادتی ۲۰۸
میانہ روی اختیار کیجئے ۲۱۲

باب-٦

یاد الہی ' دعائیں ' زیارتیں اور آئمہؑ سے توسل ۲۱۳
یاد الہی' دعائیں' زیارتیں اور آئمہ سے توسل ۲۱۴
توسل آئمہؑ اور آقائے خمینیؒ ۲۱۴
حسین مظلومؑ پر گریہ ۲۱۶
فکری انحراف ۲۱۸
علامہ امینی کا مصائب آل محمدؐ پر گریہ ۲۲۰
وحید بہبہانی ۲۲۰
آقائے دربندی ۲۲۱
شیخ عبدالوہاب تہرانیؒ ۲۲۱

بسم اللہ الرحمن الرحیم

کتاب ھذا کی اشاعت کے سلسلے میں مرحومہ مبارک فاطمہ بنت محمد اکبر کے چہلم مورخہ ۷ر نومبر ۱۹۹۹ء کے موقع پر صدقہ جاریہ کے لئے ورثاء نے ادارے سے تعاون کیا۔

خداوند کریم بحق محمدؐ وآل محمدؐ مرحومہ کو جوار اہلبیت میں قرار دے۔

(ادارہ)

التماس سورہ فاتحہ

مرحومہ مبارک فاطمہ بنت محمد اکبر

مرحوم محمد ابراہیم ابن محمد اطہر

ملتسمین :

محمد اسماعیل

محمد بشیر

مسعود حسین

محمد یوسف

زوجہ حسن عسکری

صغیر مہدی

خورشید یوسف

جمشید یوسف

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

کتاب کا مقصد :

ہم کیا کریں کہ ان آیتوں کے ذیل میں شمار نہ کئے جائیں۔

۱۔ وَاتْلُ عَلَيْهِمْ نَبَاَالَّذِیْ اٰیٰتِنَا

" (اے رسولؐ) تم ان لوگوں کو اس شخص کا حال پڑھ کر سنادو جسے ہم نے اپنی آیتیں عطا کی تھیں۔"

فَانسَلَخَ مِنْهَا فَاَتْبَعَهُ الشَّيْطَان

"پھر وہ ان سے نکل بھاگا تو شیطان نے اس کا پیچھا کیا"

فَكَانَ مِنَ الْغَاوِيْنَ

"اور آخر کار وہ گمراہ ہو گیا۔"

وَلَوْشِئْنَالَرَفَعْنٰه بِهَا

"اور اگر ہم چاہتے تو اسے انہی آیتوں کی بدولت بلند مرتبہ کر دیتے۔"

لٰکِنَّه اَخْلَدَاِلَی الاَرْض وَاتَّبَعَ هَوٰه

"مگر وہ تو خود ہی پستی کی طرف جھک پڑا اور اپنی نفسانی خواہشات کا تابعدار بن بیٹھا۔"

فَمَثَلُه كَمَثَلِ الْكَلْبِ اِنْ تَحْمِلْ عَلَيْهِ يَلْهَثْ وَ تَتْرُكْهُ يَلْهَثْ

٣۔ اَفَرَئَیتَ مَنِ اتَّخَذَ اِلٰھَہٗ ھَوٰیہُ وَاَضَلَّہُ اللّٰہُ عَلٰی عِلْمٍ وَّخَتَمَ عَلٰی سَمْعِہٖ وَقَلْبِہٖ وَجَعَلَ عَلٰی بَصَرِہٖ غِشَاوَۃً

"بھلا تم نے اس شخص کو دیکھا جس نے اپنی نفسانی خواہشات کو معبود بنا رکھا ہے اور (اس کی یہ حالت) سمجھ بوجھ کر خدا نے اسے گمراہی میں چھوڑ دیا ہے۔ اور اس کے کان اور دل پر مہر لگادی اور اس کی آنکھ پر پردہ ڈال دیا (یہ ایمان نہیں لائے گا)۔

فَمَنْ یَّھْدِیْہِ مِنْ بَعْدِ اللّٰہِ ' اَفَلاَ تَذَکَّرُوْنَ '

پس اللہ کے بعد اس کی ہدایت اور کون کر سکتا ہے تو کیا تم لوگ (اتنا بھی) غور نہیں کرتے۔" (١)

٤۔ مَثَلُ الَّذِیْنَ حُمِّلُوا التَّوْرٰیۃَ ثُمَّ لَمْ یَحْمِلُوْھَا کَمَثَلِ الْحِمَارِ یَحْمِلُ اَسْفَارًا

"جن لوگوں (کے سروں) پر توریت لدوائی گئی۔ پھر انہوں نے اس (کے بار) کو نہ اٹھایا ان کی مثال گدھے کی سی ہے جس پر بڑی بڑی کتابیں لدی ہوں۔"

بِئْسَ مَثَلُ الْقَوْمِ الَّذِیْنَ کَذَّبُوْا بِاٰیٰتِ اللّٰہِ ' وَ اللّٰہُ لَاَ یَھْدِی الْقَوْمَ الظّٰلِمِیْنَ O

"جن لوگوں نے خدا کی آیتوں کو جھٹلایا انکی بھی کیا بری مثال ہے اور خدا ظالم لوگوں کو ان کی منزل مقصود تک نہیں پہنچایا کرتا۔" (٢)

(١) سورہ جاثیہ ٤٥ : آیت ٢٣

(٢) سورہ جمعہ ٦٢ : آیت ٥

پہلے اپنا تزکیۂ نفس

دینی طالب علموں اور علمائے دین کے لئے ضروری ہے کہ وہ سب سے پہلے اپنے تزکیۂ نفس پر توجہ دیں۔ یہی ہمارے بزرگانِ دین نے فرمایا ہے کیونکہ جب تک تطہیر قلب، روح کی پاکیزگی اور تربیت نفس کی طرف توجہ نہ دی جائے انسان کی قدر و قیمت باقی نہیں رہ سکے گی، اور روح و قلب کے گناہوں اور دیگر شہوانی خصلتوں میں گھر جانے کے بعد اس کا علم اسے کوئی فائدہ نہیں پہنچا سکے گا۔ بلکہ تزکیۂ نفس کے بغیر علم سے فائدہ پہنچنے کے بجائے معاشرے کو نقصان پہنچتا ہے اور ایک غیر تربیت یافتہ عالم کے علم میں جیسے جیسے اضافہ ہوتا جاتا ہے ویسے ویسے اس کا نقصان بھی بڑھتا چلا جاتا ہے یہاں تک کہ اپنی اصلاح سے بے خبر عالمِ دین معاشرے کی تباہی میں اضافے کا سبب بن جاتا ہے۔

در حقیقت علم کی مثال ایک تیز دھار والے نشتر کی سی ہے۔ اگر یہ نشتر کسی ماہر آپریشن کرنے والے (جراح) کے پاس ہو تو اس سے بہت سے لوگوں کو بیماریوں سے شفا حاصل ہو جاتی ہے لیکن اگر یہی نشتر کسی آوارہ کے ہاتھ میں آجائے تو اس سے ہزاروں انسانوں کی زندگیاں خطرے میں پڑ جاتی ہیں! تو اے علمِ دین سے وابستہ میرے بھائی! ذرا اچھی طرح سوچ اور خوب غور کر! سب سے پہلے اپنی معنوی اصلاح اور قلبی تطہیر پر توجہ دے۔

نصیحت اور عبرت حاصل کرنے کے لئے چند سال قبل عالم اسلام میں جو واقعات رونما ہوئے کافی ہیں۔

معلوم ہے کہ آیت اللہ شیخ فضل اللہ نوری شہید کے قتل کا حکم کس کی جانب سے صادر ہوا تھا؟ انہیں قتل کرنے کا حکم ایک عمامہ پوش شخص نے

اور مذکورہ بالا بے شرم اور لاپرواہ عالم اپنی بے شرمی کے باعث لوگوں کو دین سے متنفر کر دیتے ہیں۔"

غور کیجئے کیا اس سے بھی بڑھ کر بے شرم اور اصلاح نفس سے بے خبر عالم کی مذمت کا تصور کیا جاسکتا ہے کہ جس کے بارے میں امامؑ فرماتے ہیں :

"اس نے میری کمر توڑ دی !!"

جی ہاں ! تزکیۂ نفس سے بے بہرا عالم دین اسلام کی بنیادوں کو کھوکھلا کر کے رکھ دیتا ہے۔ وہ اسلام کے عالیشان باغ میں آگ لگا دیتا ہے !اس اہم نکتے کو امام خمینیؒ نے اپنی تقریروں میں جابجا بیان فرمایا ہے۔

امام خمینیؒ کا بیان

عالم اسلام کے عظیم الشان رہنما امام خمینیؒ نے اپنی تقریروں میں علمائے دین کی اصلاح نفس کو انتہائی اہمیت دی ہے۔ ہم یہاں ان کی تقاریر سے اقتباس پیش کر رہے ہیں۔ ملاحظہ فرمایئے :

"...... انتہائی افسوس کے ساتھ یہ کہنا پڑتا ہے کہ اس قسم کے مسائل کی جانب دینی مراکز میں بہت کم توجہ دی جاتی ہے۔ علماء کی معنوی اور روحانی تربیت کا فقدان ہوتا جارہا ہے۔ کہیں ایسا نہ ہو کہ علوم دین کے مراکز، علمائے اخلاق اور صحیح تربیت دینے والے 'صالح علماء کی تربیت کرنے سے قاصر رہ جائیں!

خدانخواستہ اگر علمی مراکز میں آپ نے اپنی اصلاح نہ کی تو آپ جہاں جایئے گا لوگوں کو اسلام سے منحرف اور علمائے صالح کی روحانیت کے مقام سے لوگوں کو بدظن کر دیجئے گا۔"

"...... اگر آپ نے دینی درس پڑھ لیا تو ممکن ہے آپ عالم ہو جائیں

خدا کی عداوت سے پُر ہو اور ایسے حالات میں اس کی روح بدن سے نکلے۔

"نوجوانو! جب تک بڑھاپا آپ کے بال اور ڈاڑھی کو سفید نہیں کر دیتا چین سے نہ بیٹھنا۔ جب تک آپ پر جوانی ہے آپ کچھ کر سکتے ہیں۔"

"جب تک موقع ہے ہوشیار رہیئے۔ سب سے پہلے اپنا تزکیۂ نفس اور اصلاحِ نفس کرنے کے لئے اٹھ کھڑے ہو یئے۔"(۱)

آقائے نجفی قوچانی کا بیان

روشن فکر اور زمانے کے تقاضوں سے واقف عالمِ دین مرحوم آیت اللہ نجفی قوچانی لکھتے ہیں:

"......اور مختصر یہ کہ طلبہ کو ابتداء ہی سے اپنے باطن اور معنوی تطہیر کے بارے میں سنجیدگی سے سوچنا چاہیے۔ بچپن کا زمانہ وہ زمانہ ہوتا ہے کہ ابھی باطن پاک و پاکیزہ اور معنوی نجاستوں سے محفوظ ہوتا ہے بڑی ہوشیاری سے اسے نجاستوں سے بچا کر ہی رکھنے کی فکر کرنی چاہیئے۔ پہلی فرصت میں خواہ تقلید ہی کے ذریعے ہو خود کو علم و عمل اور اخلاق کے زیور سے آراستہ کرنا چاہیئے پھر دل لگا کر علم کے حصول میں مشغول ہو جانا چاہیئے، علم کا حصول صرف اس لئے ہونا چاہیئے کہ

لِكَوْنِهِ مَطْلُوْبًا وَمَرْغُوْبًا وَمَنْدُوْبًا اِلَيْهِ لَا لِأَمْرٍ آخَرَ (۲)

یعنی: "علم صرف اس لئے حاصل کرنا چاہیئے کہ وہ پسندیدہ ہے اور شریعت نے اس کی جانب رغبت دلائی ہے، کسی اور مقصد کے لئے۔

(۱) جہادِ اکبر (۲) سیاحت شرق صفحہ ۲۱۴

اصفہان کے علمی مرکز سے تھا۔ وہ کہتے ہیں :

"مشرق و مغرب کی یونیورسٹیوں سے اصفہان کے علمی مدارس جیسے طلبہ شاذ و نادر ہی نکل سکتے ہیں۔ اصفہان کے مدرسوں کے اکثر طلبہ نے علم کو صرف علم سمجھ کر حاصل کیا تھا۔ (یعنی تبلیغِ دین کی خاطر حاصل کیا تھا) ان کا مقصد اس سے ہٹ کر کچھ اور نہیں تھا......

ہم تو یہ نہیں کہہ سکتے کہ ان اصفہانی طلبہ میں کوئی بھی ایسا نہیں تھا جس نے علم، مال و دولت کے لئے حاصل کیا ہو۔ ہاں البتہ اتنا ضرور کہہ سکتے ہیں کہ ایسے مال و دولت کے خواہاں طلبہ کی تعداد اور ان کا اثر و نفوذ اتنا کم تھا کہ اس سے باایمان اور صالح طلبہ کی اکثریت پر کوئی اثر نہیں پڑ سکا تھا۔

آج مشرق و مغرب کی یونیورسٹیوں میں جو طلبہ تعلیم حاصل کرنے جاتے ہیں ان کا مقصد تعلیم مکمل کر لینے کے بعد بہترین روزگار حاصل کر کے اپنی دنیوی زندگی کے معیار کو بلند کرنا ہوتا ہے۔ لیکن اصفہان کے طلبہ اس لئے علم حاصل کرتے کہ وہ واقعی عالم اور دانشور بنیں خواہ انہیں اپنی پوری زندگی غربت اور تنگ دستی میں بسر کرنی پڑے!

اصفہان کے مدرسوں میں رہنے والے طلبہ کی تنگ دستی ضرب المثال بن گئی تھی۔ انہوں نے اپنی زندگیاں اس طرح مفلسی کی حالت میں گزاری ہیں کہ ان کے پاس روزمرہ زندگی کی بنیادی ضروری اشیاء تک نہیں ہوا کرتی تھیں لیکن کبھی حرف شکایت ان کی زبان پر نہیں آیا! ان طلبہ کا ایمان اتنا راسخ تھا اور ان کے علم کی بنیادیں اتنی محکم اور پائیدار تھیں کہ تعلیم سے فارغ ہونے کے بعد ان کے بعض طلبہ نے جب مال و دولت اور مقام و منصب حاصل کر لیا وہ بھی علمِ دین کی تحصیل میں مصروف دوسرے مفلس اور نادار طلبہ کے

شرطوں کو مان لیتا تو وہ اسے اپنے مدرسے میں داخلہ دیتے ورنہ اس سے صاف کہہ دیتے کہ وہ کوئی دوسرا مدرسہ تلاش کرلے اور وہاں جاکر تعلیم حاصل کرلے۔

ملاّ صدرا یہ کہا کرتے تھے "ناممکن ہے کہ کوئی شخص مال ودولت کا متلاشی ہو اوراس کے باوجود علم حاصل کرلے دنیاوی مال ودولت کا حصول اور حصول علم دو ایسی جداگانہ چیزیں ہیں جو ایک ساتھ جمع نہیں ہو سکتیں اگر کسی شئے کو دبا کر لمبا کر دیا جائے تو اس کی چوڑائی اور ضخامت کم ہو جائے گی۔ اسی اصول پر قیاس کرتے ہوئے یہ کہنا درست ہوگا کہ اگر کوئی شخص مال دنیا کی طرف بڑھتا ہے تو ہو سکتا ہے اس تک پہنچ جائے۔ لیکن اس کے بارے میں یقین سے کہا جاسکتا ہے کہ وہ تحصیلِ علم کے معاملے میں سمٹ کر رہ جائیگا۔ مالدار لوگ جو خود کو عالم فاضل ظاہر کرتے ہیں وہ تو بس ریاکار ہیں۔"

ملاصدرا کے مدرسے میں داخلے کی شرائط سے بخوبی اندازہ ہو جاتا ہے کہ انہیں اتنا بلند مقام کیسے حاصل ہوا اور وہ اپنے نام محمد کے بجائے "ملاصدرا" (یعنی علماء کے صدر) ہی مشہور ہوئے۔ حصول علم کی وہ شرطیں تھیں کہ جن کی موجودگی نے ملاصدر کو علم و تقویٰ اور حکمت و عرفان کا بلند درجہ عطا کر دیا تھا۔

ملاّ صدرا کو جو بلند مقام حاصل ہوا وہ دراصل ان کی صحیح تربیت کا نتیجہ تھا۔ ان کے استاد میر داماد نے ان کی تربیت کا خیال رکھا۔ پہلے ہی دن جب ملا صدرا نے درس میں شرکت کی تو استاد نے اپنے اس شاگرد کو بہت ہی کام کی باتیں سکھا دیں۔(۱)

(۱) کتاب "ملاصدرا فیلسوف و متفکر بزرگ اسلامی" صفحہ ۱۸

بندہ وہ ہے جو سب سے بڑا عالم، سب سے بڑا عادل اور لوگوں پر سب سے زیادہ مہربان ہو۔"(۱)

ملا صدرا کے استاد نے اپنے شاگرد کو پہلے ہی دن جو نصیحت کی ہے اس کے بارے میں علمی مراکز کے اساتذۂ کرام کو سوچنا چاہیئے۔ اور طلبہ کی تربیت کا درد اپنے دل میں رکھتے ہوئے پہلے دن نہ سہی تو کم از کم ایک مرتبہ ضرور ایسی نصیحت کرنی چاہیئے۔

بقول محمد زکریا رازی جب میڈیکل کے طلبہ کی یہ ذمہ داری ہے تو عالم دین کی ذمہ داری کا اس سے کہیں زیادہ ہونا واضح ہو جاتا ہے۔

اب تک جو کچھ بیان ہوا اس سے بخوبی معلوم ہو جاتا ہے کہ کمالات معنوی کا حصول عالم ہستی کے اسرار و رموز سے آگاہی، خداوند متعال کی بارگاہ میں تقرب اور عالم ربانی ہونا، صرف اسی وقت ممکن ہے جب انسان اپنے نفس کی اصلاح و تربیت کرے۔

جب میں "کھک" (قم کے جنوب مشرق میں واقع گاؤں) میں تھا تو میں تزکیۂ نفس کے بارے میں تنہائی میں غور و فکر کرتا۔ میں نے علم اور ایمان کی قوت کے سہارے بڑی کوشش کی کہ عالم ہستی کے اسرار سے آگاہی حاصل کروں۔ اور آخر کار خلوص اور تزکیۂ نفس کی بدولت میرا دل منور ہو گیا۔ اس دنیا کے اسرار مجھ پر واضح ہو گئے۔ اور وہ چیزیں جو میں آج تک سوچ بھی نہیں سکتا تھا، سمجھ گیا اور ان کے اسرار و رموز بھی مجھ پر ہویدا ہو گئے (۲)

(۱) کتاب ملا صدرا فیلسوف و متفکر بزرگ اسلامی ۱۹۹

(۱) "رسائل فلسفیہ" تحریر زکریا رازی

نَفْسِہٖ وَمُوَدِّبُهَا أَحَقُّ بِالْإِجْلَالِ مِنْ مُعَلِّمِ النَّاسِ وَمُؤَدِّبِهِمْ

یعنی "جو لوگوں کا پیشوا بنتا ہے تو اسے دوسروں کو تعلیم دینے سے پہلے خود اپنے کو تعلیم دینا چاہئے۔ اور زبان سے درس اخلاق دینے سے پہلے اپنی سیرت سے تعلیم دینا چاہئے۔ اور جو اپنے نفس کی تعلیم اور تادیب کرلے، وہ دوسروں کی تعلیم و تادیب کرنے والے سے زیادہ احترام کا مستحق ہے۔"(۱)

طلبہ کو مشورہ

تمام محنتی اور فعال طلبہ کو جو سعادت اور فلاح کے خواہاں ہیں مشورہ دیا جاتا ہے کہ درج ذیل کتابیں ایک مرتبہ نہیں بلکہ متعدد مرتبہ غور سے پڑھیں!

۱۔ "منیۃ المرید" تالیف شہید ثانیؒ

اس کتاب کی اہمیت کا اندازہ میرزا شیرازی کے اس بیان سے کیا جاسکتا ہے۔ "کیا ہی بہتر ہے کہ علماء حضرات اس کتاب کا باقاعدگی سے مطالعہ کرتے رہیں اور اس میں جو کچھ ہے اس کے ذریعے خود کو ادب اور تہذیب کے زیور سے آراستہ کرلیں۔"

یہ امر باعث مسرّت ہے کہ آج کل یہ کتاب حوزۂ علمیۂ قم میں پڑھائی جاری ہے اور اس کا فارسی میں ترجمہ بھی ہوگیا ہے۔

۲۔ "معراج السعادۃ"

اس کتاب کے بارے میں موجودہ دور کے ایک مصنف لکھتے ہیں:

" یہ کتاب بہت ہی اہم ہے۔ طلبہ کو چاہئے کہ اسے اپنے سرہانے رکھیں۔ یعنی یہ ایک ایسی کتاب ہے جس کا ہر شب کچھ مطالعہ کرکے

(۱) کتاب "نہج البلاغہ" صبحی۔ صفحہ ۴۸۰ حکمت ۷۳

باب۔ ۲

اخلاق کا استاد اور راہ طریقت

هَلَكَ مَنْ لَيْسَ لَهُ حَكِيْمٌ يُرْشِدُهُ

امام علی زین العابدین علیہ السلام کتاب "کشف الغمہ"

بجوئ عشق منہ بی دلیل راہ قدم
کہ من بہ خویش نمودم صد اہتمام ونشد

(حافظ۔ دیوان حافظ صفحہ ۱۶۳)

(عشق کے کوچے میں بغیر رہنما کے قدم نہ رکھنا کیونکہ ایسا میں نے خود ابصد اہتمام کر کے دیکھا ہے لیکن کچھ حاصل نہ ہو سکا)

کے انتخاب کو اہمیت دیں جو ان کو اخلاق سکھائے اپنی اصلاح و تربیت کے لئے ایسے استاد کو منتخب کریں جو ہر قسم کے تعصب سے پاک ہو!

اپنی تربیت کے لئے اخلاق و عرفان کا استاد بنانا ہوگا۔ اگر کوئی شخص اخلاق و عرفان سیکھنے کے لئے استاد کے پاس نہیں جاتا اور کہتا ہے کہ "میں تو بس قرآن اور احادیث معصومین کا مطالعہ کر کے اور اس کے مطالب میں منہمک ہو کر اصل مقصد اور منزل تک پہنچ جاتا ہوں تو ایسا شخص غلطی پر ہے اور گمراہ ہو چکا ہے۔" علم و فن اور حکمت و معرفت کا حصول بغیر استاد کے انتہائی دشوار ہے۔ بقول مولانا رومی۔

ہر که گیرد پیشه ای بی اوستا
ریشخندی شد به شهر و روستا

جو شخص بھی بغیر استاد کے کسی علم و ہنر کے حصول میں لگ جاتا ہے اس کی مثال ایسی ہی ہے جیسے وہ کسی شہر یا گاؤں میں بے مقصد داخل ہو کر اپنی توہین و تذلیل کا سامان فراہم کرے اور لوگوں کے لئے تماشا بن جائے۔

ہر کہ در رہ قلاورزی رود
ہر دو روزہ راہ صد سالہ شود

(جو شخص بغیر رہنما کے راستے پر چل پڑتا ہے تو وہ دو دن کا راستہ سو سال میں طے کرتا ہے)۔

کار بی استاد خواهی ساختن
جاهلانه جانِ بخواهی باختن

جی ہاں، مولانا رومی نے بالکل درست فرمایا ہے۔ میرا خود بھی ایسے لوگوں کے ساتھ اٹھنا بیٹھنا رہا ہے اور میں نے ان کی حالت اپنی آنکھوں سے

یعنی (علم و معرفت کے) اس صحرا میں ہر قدم پر ہزار فریب دینے والے جال بچھے ہوئے ہیں۔ اس کا ایک جال بھی لاکھوں افراد مل کر نہیں ہٹا سکتے!)

لائق استاد سے محرومی کتنا بڑا نقصان ہے۔ اس کا مجھے ذاتی تجربہ ہے۔ ایسے نقصانات میں نے خود اپنی آنکھوں سے دیکھے ہیں۔ مجھے اس کی وجہ سے بے انتہا مشکلات کا سامنا کرنا پڑا ہے۔ یہ ایک دردِ دل ہے جو کہا جا رہا ہے!۔

خضرؑ جیسے رہنما اور استاد بنالے اور اچھی طرح سمجھ لے کہ "کوئی بھی شخص خود بخود اپنی طرف سے کچھ نہیں بنا ہے"۔

امام خمینیؒ کی تقاریر سے اقتباس

عظیم الشان رہبر امام خمینیؒ نے مختلف موقعوں پر اپنی تقریروں میں اخلاق کے استاد اور وعظ و نصیحت پر مبنی درسوں کی اہمیت پر زور دیا ہے۔ ان تقاریر سے اقتباس پیش خدمت ہے۔

"اپنے لئے اخلاق کا ایک استاد معین کرنا چاہئے۔ وعظ و نصیحت پر مشتمل درسوں کا انعقاد ہونا چاہئے۔ خود پسند تربیت کے زیور سے آراستہ نہیں ہو سکتا۔ اگر علوم دینیہ کے مراکز اخلاقی تربیت کرنے والے اساتذہ اور وعظ و نصیحت کے درسوں سے خالی ہو گئے تو گویا نہ ہونے کے برابر رہ جائیں گے۔ یہ کیا بات ہوئی کہ علم فقہ اور اصول فقہ کے لئے تو استاد کی ضرورت ہو، اس کا درس پڑھایا جائے اور اس پر مباحثے بھی ہوں۔ اور اسی طرح تمام علم و فن کے لئے استاد ضروری ہو۔ لیکن علوم معنوی اور اخلاق کے سیکھنے اور سکھانے کے لئے کسی کو کسی کی کوئی ضرورت ہی پیش نہ آئے!! کیا یہ ہو سکتا ہے کہ بغیر استاد کے علوم معنوی حاصل ہو جائیں؟ میں نے متعدد مرتبہ سنا

مرحلے بھی سر کر لئے ہوں۔ وہ دنیا میں موجود مخلوقات کے اسرار و رموز کی حقانیت سے آگاہی اور واقفیت کی منزلیں طے کر چکا ہو۔ جو شخص بھی راہ طریقت اور تقرب الٰہی کا خواہاں ہو اسے چاہئے کہ اپنے لئے لائق استاد تلاش کر لے۔ خواہ استاد کی تلاش میں اس کی نصف زندگی ہی کیوں نہ گزر جائے۔ باکمال استاد تک رسائی بہت ہی اہم ہے جسے استاد مل جائے اس نے آدھا راستہ طے کر لیا ہے"۔

"اخوند کاشی" کا طریقہ

مرحوم آیت اللہ آقائے نجفیؒ قوچانی اپنے استاد مرحوم ملا محمد کاشی (جو صاحب کرامت کے نام سے مشہور ہیں) کی اخلاقیات پر مبنی تقاریر کے اثر کی بابت لکھتے ہیں:

"میں نے اصفہان میں ملا محمد کاشی کے پاس منظومہ سبزواری پڑھی ہے جو بہت بڑے مفکر، محقق اور عالم فاضل تھے۔ کیا خوب درس دیا کرتے تھے۔ فلسفے اور ریاضی کے ماہر مشہور تھے اور ایسے نیک اور ریاضت کرنے والے تھے جنہیں الفاظ میں بتانا ناممکن ہے۔

مرحوم اخوند کاشی کا طریقہ یہ تھا کہ وہ ہمیشہ سبق پڑھانے سے پہلے تقریباً پندرہ منٹ تک واعظ و نصیحت فرمایا کرتے تھے۔ ان کے اس واعظ و نصیحت کا ہم پر اتنا گہرا اثر ہوتا تھا کہ ہم یہ عزم کر لیتے کہ اب دینا سے لاتعلق ہو کر آخرت ہی کے بارے میں سب کچھ کریں گے۔"(۱)

قابل توجہ نکتہ

قابل توجہ نکتہ یہ ہے کہ انسان کو کافی سمجھ بوجھ کر استاد کا انتخاب کرنا

(۱) کتاب "سیاحت شرق" صفحہ نمبر۔ ۱۸۸

وادی میں پہنچ کر ویسے ہی ہو گئے اور بہت سے کفاروں تک کو ایسے خارق عادہ امور پر تسلط حاصل ہوا ہے! یہاں تک کہ یہ بھی سمجھ لینا چاہئے کہ تجلیات صفاتیۂ الٰہی کو حاصل کرنے والے بھی اصل منزلِ مقصود تک پہنچنے سے رہ گئے ہیں۔(۱)

محدث قمی کا درس

اپنے زمانے کے ایک جلیل القدر عالم دین لکھتے ہیں :

" غالباً ۱۳۴۰ھ ہجری کی بات ہے کہ ہم چند دوستوں نے مفاتیح الجنان اور بہت سی بیش قیمت کتابوں کے مولف محدث شیخ عباس قمی سے گزارش کی کہ جمعرات اور جمعہ کی شبوں میں درس اخلاق دے دیا کریں۔ اس طرح شہر میں رہنے والے دینی طالب علموں کے درس اخلاق کا انتظام " مرزا جعفر خان کے مدرسے میں ہو گیا۔ یہاں پر مقیم تقریباً ایک ہزار علماء اور دینی طالب علم اس درس میں شرکت کیا کرتے تھے۔ محدث قمی تقریباً تین گھنٹے تک اخلاقیات کے مختلف موضوعات پر روشنی ڈالتے۔ وہ احادیث بیان کرنے میں بڑی احتیاط سے کام لیتے تھے اور زیادہ تر مستند حدیث ہی بیان فرمایا کرتے تھے ان کی گفتگو میں عجیب اثر ہوتا تھا سب کے سب سننے والے اہل علم ہوا کرتے تھے اور وہ ان کی پر اثر گفتگو سے محو حیرت ہو جاتے تھے۔ لیکن افسوس کہ یہ درس چند ماہ سے زیادہ جاری نہ رہ سکا"۔

(۱) حوالہ۔ رسالۂ سیر و سلوک منسوب بہ بحر العلوم۔ صفحہ ۱۵۹، ۱۶۰

ہیں۔

"ابتداء میں درس بہت محدود پیمانے پر ہوا کرتا تھا۔ صرف ان کے چند قابل اعتماد افراد ہی شرکت کر سکتے تھے اور امام خمینیؒ کتاب " منازل السائرین" معارف اسلامی بیان فرمایا کرتے تھے۔ پھر آہستہ آہستہ اس درس کو وسعت دی گئی اور ہفتے میں ایک مرتبہ قم المقدسہ کے تمام دینی طالب علموں کے لئے اہم درس رکھ دیا گیا۔ اس درس میں دینی طلبا کے علاوہ مختلف طبقوں سے تعلق رکھنے والے متعدد افراد بھی شریک ہوا کرتے تھے۔ یہ جوش و خروش دیکھ کر امام خمینیؒ نے ہفتے میں دو مرتبہ (جمعرات اور جمعہ) کو درس دینا شروع کر دیا۔

شاہ ایران رضا خان کے کارندے اور حکومت کے ایجنٹ ان درسوں اور اجتماعات کی راہ میں روڑے اٹکانے لگے وہ چاہتے تھے کہ ایسے اجتماعات کو ختم کر دیا جائے۔ لیکن انہیں صبر و استقلال کے محکم پہاڑ اور عظیم الشان ہستی کا سامنا کرنا پڑا۔ جی ہاں، امام خمینیؒ نے آنے والے پولیس اہلکاروں سے صاف صاف کہہ دیا!

حکومت کے اہلکاروں اور پولیس نے اعلانیہ طور پر تو ان درسوں اور اجتماعات پر حملہ نہیں کیا۔ البتہ سختیوں میں مسلسل اضافہ کرتے رہے اور آخر کار امام خمینیؒ کو محدود شرائط کے ساتھ مدرسہ فیضیہ کے بجائے مدرسہ "حاج ملا صادق" میں درس رکھنا پڑا۔ یہ مدرسہ خیابان چہار مردان پر واقع ہے۔ مدرسہ "حاج ملا صادق" میں درس کا یہ سلسلہ ایک عرصہ تک جاری رہا یہاں تک کہ شاہ رضا خان کا تاریک دورِ حکومت ختم ہو گیا اور ایک مرتبہ پھر یہ اجتماع "مدرسہ فیضیہ" میں پوری آن بان کے ساتھ منعقد ہونے لگا۔ تقریباً

تھے میں اس میں شریک ہونا اپنا فرض سمجھتا تھا۔ سچ ہے وہ اللہ کی مقدس روح (روح اللہ خمینیؒ) تھے۔(۱)

الحاج میرزا علی آقای کا درس اخلاق

مرکز علوم دینیہ قم کے اساتذہ میں سے ایک استاد کہتے ہیں۔

"حضرت آیت اللہ بروجردی نے مرحوم الحاج مرزا علی آقای شیرازی کو اخلاق کا درس دینے کے لئے قم بلوایا تھا اور ہم اس درس میں شرکت کیا کرتے تھے"۔

استاد مطہری کی عظیم شخصیت میں میرزا علی آقا کا بھی بڑا حصہ ہے۔ انہوں نے کتاب "سیری در نہج البلاغہ" کے مقدمے میں صفحہ ۹ پر الحاج میرزا علی آقا کو یوں یاد کیا ہے:

"یاد استاد! بڑے افسوس کی بات ہو گی، اگر اس مقدمے میں اپنے اس استاد کو یاد نہ کروں جنہوں نے مجھے سب سے پہلے نہج البلاغہ سے آشنا فرمایا۔ اور ان کی خدمت میں حاضر ہو کر میں نے اپنے لئے قیمتی خزانے حاصل کئے۔ ایسے قیمتی خزانے جن کا سودا میں کسی اور چیز سے کر ہی نہیں سکتا۔ کوئی ایسا دن اور کوئی ایسی رات نہیں جس میں میں ان کو اپنی تصورات کی دنیا میں نہ دیکھتا ہوں۔ پھر بھلا یہ کیسے ممکن ہے کہ میں یہاں پر ان کا ذکر خیر نہ کروں؟

ہمت کر کے میں اتنا تو کہہ سکتا ہوں کہ بلاشبہ وہ ایک جلیل القدر عالم ربانی تھے لیکن یہ نہیں کہہ سکتا ہوں کہ میں بھی واقعاً نجات کے راستے پر رہنے والا ایک طالب علم تھا۔(۲)

(۱) کتاب علل گرایش بہ مادیگری صفحہ ۱۰

(۲) الحاج مرزا علی آقا کے بارے میں مزید تفصیلات ہم اس باب میں آگے چل کر بیان کریں گے۔

علامہ طباطبائی کا درس اخلاق

حوزہ علمیہ قم کے بعض ایسے طالب علموں نے جو درس اخلاق میں شرکت کیا کرت تھے، بتایا ہے کہ ۱۳۶۸ ہجری اور ۱۳۶۹ ہجری میں علامہ طباطبائی درس اخلاق دیا کرتے تھے۔ اخلاق اور عرفان کے موضوع پر یہ ان کے ابتدائی درس تھے اور خوش قسمتی سے ان کے یہ درس کتاب "لب اللباب" میں چھپ چکے ہیں۔

مرحوم علامہ طباطبائی "رسالہ سیر و سلوک منسوب بہ بحر العلوم" کو بہت اہمیت دیتے تھے۔ اور اسے پڑھنے کی نصیحت فرمایا کرتے تھے۔ خود انہوں نے کئی مرتبہ اپنے حق و حقیقت کے متلاشی اور لقائے الٰہی کے متمنی پرجوش ولولہ انگیز اور تعصب سے پاک خصوصی دوستوں کو یہ رسالہ پڑھایا اور اس کی مفصل تشریح بھی فرمائی۔

یاد رکھنا چاہے اور اچھی طرح سمجھ لینا چاہئے کہ کوئی بھی راہ طریقت عرفان کا راہی بغیر استاد کے منزل مقصود تک نہیں پہنچ سکتا۔ کسی شاعر نے کیا خوب کہا ہے ۔

سالک نرسد لی مدد پیر بہ جائی
لی زور کمان، زہ نبرد تیر بہ جائی

(بغیر استاد اور شفیق رہنما کے کوئی بھی راستہ چلنے والا اپنی منزل تک نہیں پہنچ سکتا (جیسا کہ) کمان کو زور سے کھینچے بغیر تیر اپنے نشانے پر نہیں لگ سکتا)

لی پیر مرو تو در خرابات
ہر چند سکندر زمانی

(اے شخص خواہ تو سکندر کی طرح طاقتور بادشاہ ہی کیوں نہ ہو بغیر

ہیں کہ مجھے اپنے استاد موصوف سے خاص عقیدت تھی۔(۱)

انہی میں سے جلیل القدر سید بزرگوار بہت سے کرامات کا اظہار فرمانے والے الحاج سید علی شوشتری ہیں۔ ان کا شمار زاہد علماء میں کیا جاتا ہے۔ مرحوم شیخ انصاری تمام تر زہد و تقویٰ اور کرامات رکھنے کے باوجود اس سید بزرگوار سے انتہائی عقیدت رکھتے تھے۔ کتاب دارالسلام میں ہے:

"مرحوم الحاج سید علی شوشتری نعمت اللہ جزائری کے فرزندوں میں سے ہیں۔ نجف اشرف میں زندگی بسر کرتے تھے۔

آپ کو زہد و تقویٰ اور پڑھائی کے اعتبار سے اپنے زمانے کا سلمان اور مقداد کہا جاسکتا ہے۔ شیخ مرتضیٰ کی رحلت کے بعد لوگوں نے ان کی طرف رجوع کیا۔ مسجد سہلہ اور مسجد کوفہ میں اکثر وبیشتر اعتکاف فرمایا کرتے تھے۔ لوگوں کا ان کے بارے میں یہ خیال تھا کہ وہ امام زمانہؑ سے ملاقات کا شرف حاصل کرتے ہیں۔ اور وہ صاحب کرامت بھی مشہور تھے۔

سید علی شوشتری، شیخ انصاری اور سید حسین امام جمعہ شوشتر صاحبِ اجازہ علماء ہیں۔ ۱۲۸۳ھ ہجری میں نجف اشرف کی مقدس سرزمین پر سید علی شوشتری کی روح ان کے جسم سے پرواز کر کے جنت الفردوس پہنچ گئی۔ اور انہیں صحن امام علیہ السلام کے قبلہ کی جانب والے دروازے مقبرہ شیخ مرتضیٰ انصاری کے بالمقابل دفن کردیا گیا۔ (۱)

ہم یہاں پر عظیم الشان بزرگ استاد کے عرفان و معرفت کے بارے میں ایک واقعہ لکھ رہے ہیں۔ یہ واقعہ علامہ طباطبائی نے نقل فرمایا ہے۔ اور

(۱) کتاب "زندگانی شخصی شیخ انصاری" صفحہ ۱۳۵

(۲) کتاب دار السلام صفحہ ۵۵۰ اور ۵۵۱

جولاہے نے جواب دیا:

"بات وہی ہے کہ جو میں کہہ چکا ہوں" یہ کہہ کر وہ چلا گیا۔ آیت اللہ شوشتری سوچنے لگے کہ آخر یہ کون تھا؟ اور اس نے یہ کیا بات کہی؟ انہوں نے اس کی تحقیق کی اور معلوم ہوا کہ یتیم کی ملکیت سے متعلق دستاویز اسی مقام پر دفن ہے اور گواہ جھوٹے تھے۔ آیت اللہ شوشتری انتہائی خوفزدہ ہوئے اور اپنے آپ سے کہا: ہو سکتا ہے کہ میں نے اب تک جتنے فیصلے کئے ہیں ان میں سے بہت سے فیصلے ایسے ہی ہوں۔"

یہ سوچ کر ان کے خوف وہراس میں مزید اضافہ ہو گیا۔ اگلی شب اسی وقت وہ جولاہا آیا اور دروازے پر دستک دینے کے بعد گویا ہوا:

آقائے سید علی شوشتری" یہ کوئی طریقہ نہیں ہے جسے آپ اختیار کر رہے ہیں۔"

تیسری شب اسی انداز میں دروازے پر دستک ہوئی اور جولاہے نے کہا:

"سستی نہ کریں! فوراً اپنے گھر کا تمام سامان جمع کریں اور گھر بیچ کر نجف اشرف چلے جائیں۔ جو کچھ میں تم سے کہہ رہا ہوں وہ انجام دیں۔ چھ ماہ بعد نجف کی وادیٔ السلام میں میرے منتظر رہیں۔"

آیت اللہ شوشتری نے فوراً ہی ان ہدایات پر عمل شروع کر دیا گھر اور گھر کا سامان بیچا اور سب سے پہلے قافلے میں شامل ہو کر نجف اشرف روانہ ہو گئے۔ نجف کی وادیٔ السلام میں جب پہنچے تو سورج طلوع ہو رہا تھا انہوں نے دیکھا کہ وہی جولاہا گویا زمین سے نکل کر ان کے سامنے آگیا اور پھر انہیں کچھ ہدایات دے کر غائب ہو گیا۔

مرحوم شوشتری نجف اشرف میں داخل ہوئے اور انہوں نے

مختصر یہ آیت اللہ سید علی شوشتری نے ملا حسین قلی ہمدانی کو خط لکھا جس میں تحریر فرمایا کہ تم نے جو یہ طریقہ اختیار کر رکھا ہے وہ اعلیٰ پائے تک پہنچانے کے لئے کافی نہیں ہے۔ تمہیں چاہئے کہ اس سے بلند مقامات تک رسائی حاصل کرو۔

یہاں تک کہ آیت اللہ شوشتری نے آخوند حسین قلی کو اپنے پاس بلوا کر راہ حق و حقیقت کی جانب رہنمائی فرمائی۔ اور وہ اپنے زمانے میں عرفان اور راہ طریقت کے عظیم الشان استاد ہو گئے۔

آخوند ملا حسین قلی ہمدانی

آخوند ملا حسین قلی ہمدانی عرفان الٰہی اور راہ طریقت و شریعت کے عظیم رہنما اور جلیل قدر فقیہ ہیں۔ انہیں آیت اللہ سید علی شوشتری اور شیخ مرتضیٰ انصاری ایسے جلیل القدر اساتذہ کی شاگردی کا شرف حاصل ہوا ان کے بعد کے دور میں اب تک کوئی بھی ان کے بلند مراتب تک نہیں پہنچ سکا ہے۔ شیخ آقائے بزرگ تہرانی ان کے بارے میں لکھتے ہیں:

"وہ علم اخلاق میں ایسے عظیم درجے پر فائز تھے جسے بیان نہیں کیا جاسکتا۔ کافی طویل عرصہ گزر چکا ہے لیکن اب تک علم اخلاق اور تزکیہ نفس میں کوئی بھی ان جیسا نہیں دیکھا گیا۔ گویا یہ علم و فن اور ریاضت انہیں پر ختم ہو گیا ہو۔"(۱)

سید صدر کتاب "تکملۂ امل الآمل" میں لکھتے ہیں:

"وہ اکثر مراقبہ کی حالت میں رہا کرتے تھے۔ یہاں تک کہ اکثر و بیشتر

(۱) کتب "نقباء البشر" ماخوذ "طبقات اعلام الشیعہ جلد ۲ صفحہ ۶۷۵

۲۔ سید احمد کربلائی

۳۔ آقائے رضا تبریزی

۴۔ سید کمال میرزا آقا دولت آبادی کے نام سے مشہور ہوئے

۵۔ سید محمد سعید حبوبی نجفی (مشہور شاعر)

۶۔ شیخ موسیٰ شرارہ

۷۔ سید حسن صدر

۸۔ سید مہدی حکیم نجفی

۹۔ شیخ باقر قاموسی نجفی

۱۰۔ سید عبدالغفار مازندرانی

۱۱۔ شیخ محمد باقر نجم آبادی

۱۲۔ سید علی ہمدانی

۱۳۔ شیخ علی قمی

۱۴۔ سید محمود طالقانی نجفی

۱۵۔ آخوند ہمدانی کے داماد، سید ابو القاسم اصفہانی

۱۶۔ سید محمد تقی شاہ عبدا لعظیمی

۱۷۔ سید محمد تقی اصفہانی

۱۸۔ میرزا جواد آقا ملکی تبریزی

۱۹۔ آخوند ہمدانی کے بیٹے شیخ علی ہمدانی (۱)

۲۰۔ عظیم مجاہد اور بزرگ رہنما سید جمال الدین اسد آبادی (۲)

(۱) کتاب "اعیان الشیعہ" ج ۶ صفحہ ۱۳۶، کتاب "نقباء البشر" جلد ۲ صفحہ ۶۷۷

(۲) کتاب "نہضتہای اسلامی در صد سالۂ اخیر" صفحہ ۳۷

استاد سے عرض کی : ”میں اب تک راہ اصلاح و معرفت میں ایک قدم بھی آگے نہیں بڑھا ہوں۔

استاد نے جواب میں اپنے شاگرد کا نام اور خاندان پوچھ لیا!

شاگرد حیران رہ گیا اور سوچنے لگا کہ کیا استاد مجھے پہچانتے نہیں ہیں ! اور پھر جواب میں کہا : ”میں جواد تبریزی ملکی ہوں“

استاد نے پوچھا ”کیا تمہارا فلاں ملکی خاندان سے تعلق ہے ؟“

مرزا جواد آقا چونکہ ان ملکی افراد کو اچھا نہیں سمجھتے تھے اس لئے ان پر تنقید کر دی۔ آخوند حسین ہمدانی نے جواب میں فرمایا۔ ”جب تم کسی کو برا سمجھ رہے ہو تو جس وقت بھی ممکن ہو ان کے جوتے سیدھے کر کے رکھ دیا کرو ! اور میں خود اس کا جائزہ لوں گا“۔

دوسرے دن جب جواد آقا درس میں گئے تو پیچھے ہی بیٹھ گئے اور نجف اشرف میں رہنے والے وہ طلبا بھی درس میں آگئے جن کا تعلق ان ہی کے خاندان سے تھا جواد آقا نے ان کے جوتے سیدھے کر کے رکھ دیئے یہ سلسلہ جاری رہا یہاں تک کہ جواد آقا کو ان کے خاندان والے طلبہ چاہنے لگے۔ اور جب جوتے سیدھے کرنے کی یہ خبر تبریز میں ان کے خاندان والوں کو پہنچی تو ان کی آپس کی کدورت اور عداوت ختم ہو گئی۔

پھر ایک مرتبہ آخوند ہمدانی اپنے اسی شاگرد سے ملے اور فرمایا :

”اگر تم چاہتے ہو کہ تمہاری اصلاح ہو تو اس کے لئے کسی اور ہدایت کی ضرورت نہیں بلکہ شریعت کی انہی تعلیمات سے فائدہ اٹھاؤ۔ اور ہاں شیخ

ایسے جلیل القدر عالم اور ولی مسلمین کے اس جملے سے یہ سازش ناکام ہو کر رہ گئی۔

مختصر تعارف:

آخوند حسین قلی، جزینی ھمدانی رمضان شوندی کے نیک اور صالح بیٹے ہیں ان کا سلسلہ نسب صحابی رسول اکرمؐ جابر ابن عبداللہ انصاریؓ سے ملتا ہے۔ "شوند" قصبہ جزین کے قریب صوبہ ہمدان کے اطراف میں ایک گاؤں ہے۔ آج بھی جابر ابن عبداللہ انصاریؓ کی نسل سے بہت سے اولادیں وہاں پر رہتی ہیں۔

آخوند حسین قلی کے والد ابتداء میں بھیڑ بکریاں چرا کر گزر اوقات کیا کرتے تھے پھر وہ جو تابنانے کے پیشے سے وابستہ ہو گئے۔ اللہ تعالیٰ نے انہیں دو بیٹے عطا کئے ایک تو یہی جن کے بارے میں ہم لکھ رہے ہیں اور دوسرے ان سے چھوٹے جن کا نام کریم قلی رکھا گیا۔

آخوند حسین قلی ۱۲۳۹ ہجری میں پیدا ہوئے۔ ان کے والد بزرگوار ہمیشہ اللہ تعالیٰ سے یہی دعا کیا کرتے تھے کہ ان کا بیٹا عالم دین ہو جائے۔ اس کے لئے انہوں نے کافی اہتمام بھی کیا۔ ابھی ان کا یہ بیٹا زیادہ بڑا نہیں ہوا تھا کہ وہ اسے تہران لے گئے اور ایک مدرسہ میں داخلہ دلا دیا۔

حسین قلی ہمدانی نے مقدمات (ابتدائی دینی تعلیم) بڑے شوق سے اور بہت کم عرصے میں مکمل کر لی۔ پھر متوسط (درمیانی درجے کی دینی تعلیم) بھی بعض علماء و فضلاء کے پاس پڑھ کر فارغ ہوئے۔ اور اس کے بعد شیخ عبدالحسین تہرانی جو شیخ العراقین کے نام سے بھی مشہور ہیں، سے کسب فیض کیا۔

"آخوند حسین ہمدانی نے علم اخلاق اور تہذیب نفس کے زیور سے آراستہ بہت سے طالب علم بنائے۔ ان کا ہر طالب علم آسمان معرفت وفضیلت کا ایک روشن ستارہ بن کر چمکا۔ زہد و تقویٰ کا پیکر نظر آنے والے ایسے طالب علموں کے ساتھ میرا اٹھنا بیٹھنا رہا جن کے کردار کی عظمت کا اندازہ ان کے شاگردوں کے درخشاں چہرے سے عیاں ہو جاتا تھا۔ بد قسمتی سے میں آخوند مرحوم کو نہیں پاسکا اور ان کی وفات کے دو سال بعد ۱۳۱۳ھ ہجری میں نجف پہنچا۔

آخوند حسین ہمدانی کے استاد مرحوم شوشتری اپنے شاگرد کی صلاحیتوں سے بخوبی واقف تھے۔ انہیں معلوم تھا کہ میرا یہ شاگرد بہت سے لوگوں کی تربیت کرے گا اور انہیں سعادت کا راستہ دکھائے گا۔ یہی وجہ تھی کہ وہ ان پر بہت مہربان رہا کرتے تھے۔(۱)

آقائے بزرگ تہرانی نقل کرتے ہیں کہ لوگ آخوند ہمدانی کو بہت چاہتے تھے اور اس بارے میں ایک واقعہ بھی بیان کیا ہے۔ لیکن ہم گفتگو طولانی ہو جانے کے باعث اسے نظر انداز کر رہے ہیں۔

سید محسن امین آملی کو آخوند حسین ہمدانی کی خدمت میں رہنے کا شرف حاصل ہوا ہے۔ وہ کہتے ہیں :

"میں ۱۳۰۸ھ ہجری میں جب نجف پہنچا تو آخوند کا ہمسایہ ہوا کرتا تھا۔ ابتداء میں چند روز میں ان کے درس اخلاق میں گیا لیکن ضرور ی کاموں میں مشغولیت کی دلیل پیش کر کے میں نے یہ درس چھوڑ دیا اور آج میں پشیمان ہوں۔ وہ دنیا کی رنگینیوں سے دور رہا کرتے تھے۔ اور ولی

(۱) کتاب "نقباالبشر" جلد ۲ صفحہ ۴۷۴ تا ۴۷۶

مصباح الفقہ کے مصنف ہیں سے حاصل کی۔ آخوند خراسانی سے اصول فقہ اور محدث نوری سے "علم درایت" اور "علم حدیث" کی تعلیم حاصل کی۔ اسی دوران وہ جلیل القدر عارف اخوند ہمدانی سے تقریباً چودہ سال تک کسب فیض کرتے رہے۔

۱۳۲۰ ہجری میں مرزا جواد ملکی ایران کے شہر تبریز واپس لوٹ آئے اور وہیں رہنے لگے۔ لیکن ۱۳۲۹ ہجری میں جب "مشروط انقلاب" پورے زوروں پر تھا تو آپ قم چلے گئے اور وہاں فقہ، اخلاق کی تدریس اور دوسرے تمام شرعی امور کی انجام دہی میں مشغول ہوگئے۔ وہ فیض کاشانی کی فقہی کتاب "مفاتیح" کا درس دیتے تھے۔ ایک درس اخلاق مخصوص افراد کو اپنے گھر پر اور ایک درس اخلاق عام لوگوں کے لئے مدرسہ فیضیہ میں دیتے تھے۔ کبھی حرم معصومہ میں موجود "مسجد بالا سر" میں نماز جماعت کی امامت کراتے تھے اور بعض اوقات مدرسہ فیضیہ میں نماز جماعت کی امامت فرماتے تھے۔ امام خمینی ان کی نماز جماعت میں اور ان کے گھر پر ہونے والے مخصوص درس اخلاق میں حاضر ہوتے تھے۔ جواد ملکی بہت ہی زاہد عبادت کرنے والے اور باقاعدگی سے نماز شب پڑھنے والے تھے۔ انہیں اپنے زمانے میں خوف خدا سے بہت زیادہ رونے والا قرار دیا گیا ہے۔ رجب، شعبان اور رمضان تین مہینے مسلسل روزہ رکھتے تھے اور نافلہ نمازوں میں یہ شعر کئی مرتبہ پڑھا کرتے تھے۔

ما را ز جام بادہ گلگون خراب کن
زان پیشتر کہ عالم فانی شود خراب

یعنی (عشق الٰہی) مست کر دینے والی سرخ شراب کا جام پلا پلا کر اس سے پہلے کہ یہ عالم فانی ختم ہو مجھے ختم کر دے۔

اگر مجھے سر سے پیر تک کاٹ دیا جائے تو سوائے تیرے کوئی اور چیز میرے اعضاو جوارح سے نہیں ظاہر ہوگی۔

آقا ملکی خاندان رسالت اور اہل بیتؑ سے بے انتہا عقیدت رکھتے تھے۔ خاص طور پر امامؑ زمانہ (عجل اللہ تعالیٰ فرجہ ،شریف) سے انہیں گہری عقیدت تھی۔ یہی وجہ ہے کہ انہوں نے امام زمانہؑ کی شان میں نذرانہ عقیدت پیش کیا ہے۔ ان کی کتاب "مراقبات" کے صفحات ۱۷۹ تا ۱۸۳ خود اس بات کا واضح ثبوت ہیں۔

ان کی قدرو منزلت کا اندازہ کرنے کے لئے یہی کافی ہے کہ وہ مشہور و معروف فقیہ شیخ محمد حسین اصفہانی (جو کمپانی کے نام سے زیادہ پہچانے جاتے ہیں) نے ایک خط اپنے اس دوست جواد آقا کو لکھا اور ان سے خواہش کی کہ وہ انہیں روزمرہ کی زندگی کے پروگرام سے متعلق ہدایات لکھ بھیجیں۔ چنانچہ مرزا جواد آقا نے ایک بہترین اور فائدے مند روزمرہ زندگی کا پرگرام بنا کر آقائے شیخ محمد حسین اصفہانی کو ارسال کیا۔ یہ پروگرام "حوزہ" نامی مجلّہ کے چوتھے شمارے میں شائع ہو چکا ہے۔

کچھ واقعات

ا۔ مرزا جواد آقا کہتے ہیں

ایک مرتبہ میرے استاد آخوند حسین ہمدانی نے مجھ سے کہا: "فلاں شاگرد کی تربیت تمہاری ذمہ داری ہے۔" وہ شاگرد بھی بڑا عالی ہمت اور محنتی تھا۔ تقریباً سال تک اس نے مراقبہ اور ریاضت کی، یہاں تک کہ اس کا نفس "تجرد" یعنی دنیا کی مادی اشیاء سے دور رکھنے کا عادی ہو گیا۔ میں راہ سعادت

میں پہنچا تو انہوں نے بڑی گرمجوشی سے مجھ سے فرمایا: تم آگئے!" ایسا معلوم ہوتا تھا کہ وہ بھی مجھے دیکھ چکے ہیں اور پہچانتے ہیں۔ اور خواب کا پورا واقعہ انہیں معلوم ہے۔

میں نے آقائے جواد ملکی کی شاگردی اختیار کرلی اور ان کو ویسا ہی پایا جیسا کہ سمجھ رہا تھا۔(۲)

۳۔ ایک شخص جو آقائے جواد ملکی کے پاس اٹھتا بیٹھتا تھا اور ان سے استفادہ کیا کرتا تھا، بیان کرتا ہے:

ایک دن حاجی جواد ملکی درس سے فارغ ہو کر ایک طالب علم سے ملنے چلے جو مدرسہ "دارالشفا" میں رہتا تھا۔ میں بھی ان کے ساتھ ساتھ ہو لیا۔ آقائے ملکی اس طالب علم کے کمرے میں تشریف لے گئے دعا سلام کے بعد کچھ دیر اس کے ساتھ بیٹھے اور پھر واپس لوٹ آئے۔

وہ شخص بیان کرتا ہے کہ میں نے پوچھا: اس ملاقات کا کیا مقصد تھا؟
"آقا جواد ملکی نے جواب میں فرمایا:

"گزشتہ رات نماز شب کے لئے جب میں اٹھا تو مجھ پر ایسا لطف و کرم اور فیض الٰہی پہنچا جسے دیکھ کر میں سمجھ گیا کہ یہ میری کاوش کا نتیجہ نہیں ہے لہذا میں ملتفت ہوا۔ میں نے دیکھا کہ یہی طالب علم ہے جو نماز شب میں مصروف ہے۔ اور میرے لئے دعا کر رہا ہے۔ چنانچہ میں سمجھ گیا کہ یہ خصوصی فیض اسی کی دعا کے پاس ہے۔ یہی وجہ ہے کہ میں اس سے ملنے چلا گیا تا کہ اس کی مہربانی کا شکریہ ادا کر سکوں(۱)

(۱) گنجینۂ دانشمندان جلد ۱ صفحہ ۲۳۲۔۲۳۳

(۲) گنجینۂ دانشمندان جلد ۱ صفحہ ۲۳۲۔۲۳۳

وہ دوسرے کے نفسوں پر بھی تصرف کی قوت رکھتے تھے (یہی وجہ تھی کہ گھر کی خواتین ایک مرتبہ خاموش کہنے پر خاموس ہو گئیں)۔

شاگرد

مرحوم جواد ملکی تبریزی کے درس اخلاق میں لوگوں کی بڑی تعداد شریک ہوتی تھی۔ اوران کادرس اخلاق کافی بارونق ہوا کرتا تھا۔ بعض لوگوں کا کہنا ہے کہ تبریزمیں ان کے اس درس میں شرکاء کی تعداد چار سو تک ہوا کرتی تھی۔(۱)ان کے بعض مشہور شاگردوں کے نام یہ ہیں :۔

حضرت امام خمینیؒ، حاجی آقا حسین فاطمی قمیؒ، حجت الاسلام محمود یزدیؒ، محمود مجتہدیؒ اور شیخ اسماعیل ابن حسین جو "تائب" تخلص کیا کرتے تھے۔

تالیفات

مرحوم آقائے مرزاجواد ملکی نے بہت سی کتابیں لکھی ہیں ان میں سے بہت سی ابھی تک چھپ کر منظر عام پر نہیں آسکی ہیں۔ مرحوم کی چند تالیفات کا ذکر ہم یہاں کررہے ہیں۔

ا۔ "اسرارالصلوٰۃ" یہ کتاب عربی زبان میں ہے اور متعدد مرتبہ شائع ہوچکی ہے"۔

۲۔ المراقبات "یااعمال السنہ" یہ کتاب بھی عربی زبان میں ہے اور متعدد مرتبہ شائع ہوچکی ہے نیز اس کا فارسی ترجمہ بھی منظر عام پر آچکا ہے۔

۳۔ "رسالہ لقاءاللہ" اس دور کے ایک عالم فاضل نے اس کتاب کومزیدوضاحت اور اضافے کے ساتھ ترجمہ کرکے اور ایک مقدمہ بھی

(۲)آئینہ دانشوران صفحہ ۳۵۰

حاجی مرزا جواد تبریزی کی کتابوں کا مطالعہ کرو۔ انشآء اللہ اس قسم کی خودسری سے نجات حاصل کرلو گے۔(۱)

روشنی کا یہ چراغ اور معارف الٰہی کا سیراب کرنے والا چشمہ ایک عرصے تک لوگوں کو انسانی تہذیب اور ربوبیت سے آشنا کرنے کے بعد ۱۱ ذی الحجۃ ۱۳۴۳ ہجری میں اپنے خالق حقیقی سے جاملا اور رحمت لدی الہٰی سے پیوست ہو کر آرام کی نیند سو گیا۔

قم کے قبرستان "شیخان قم" میں مقبرۂ مرزا قمی کے قریب ان کی قبر ہے اور بہت سے صاحبان بصیرت ان کے مزار پر حاضر ہوتے رہتے ہیں۔

تاریخ رحلت عربی کا یہ جملہ ہے کہ :

رفع العلم وذهب الحلم

(یعنی : علم اٹھ گیا اور حلم وبردباری کا خاتمہ ہو گیا) اور اسی طرح فارسی کے اس مصرعے سے سن وفات کی نشاندہی ہو جاتی ہے کہ ...... از جہاں جان رفت واز ملت پناہ۔ (۱۳۴۳ ہجری)

مرزا ملکی تبریزی کے ایک شاگرد کا بیان ہے :

"مرزا جواد آقا کا جس رات انتقال ہوا اس کی سحر کے قریب میں نے غنودگی کی حالت میں دیکھا کہ آسمان کے دروازے مجھ پر کھل گئے ہیں اور پردے ہٹا دیئے گئے ہیں۔ میں نے عرش الٰہی کے نیچے دیکھا اور وہاں میں نے دیکھا کہ مرزا جواد آقا ہاتھوں کو دعا کے لئے پھیلائے کھڑے ہوئے گریہ و زاری میں مشغول ہیں اور مناجات کر رہے ہیں۔ مجھے ان کا یہ مقام اور تقرب حق سبحانہ دیکھ کر تعجب ہوا۔ اتنے میں کسی نے میرے گھر کا دروازہ کھٹکھٹایا۔

(۱) کتاب "اعیان الشیعہ" جلد ۳ صفحہ ۲۵۴ اور ریحانہ الادب" جلد ۵ صفحہ ۳۹۷۔

نشو ونما کربلائے معلیٰ میں ہوئی۔ جب ذرا بڑے ہوئے تو انہوں نے اپنے شاگردوں اور عقیدت مندوں کو جو خطوط لکھے ہیں ان سے آپ کے زور قلم کا بخوبی اندازہ ہو جاتا ہے اور ایسا معلوم ہوتا ہے کہ آپ کی تحریر گویا ایک معجزہ ہے۔

ادبیات پر عبور حاصل کرنے کے بعد علوم دینیہ کی طرف مائل ہوئے اور علمی مرکز میں آکر مرحوم آخوند کاظم خراسانی کی شاگردی اختیار کی۔ متعدد کتابیں اور ظاہری وفنی نوعیت کے علوم انہی سے حاصل کئے۔ اس کے بعد معنوی اور روحانی تربیت کے لئے اس وقت کے جلیل القدر استاد آخوند حسین قلی ہمدانی سے کسب فیض فرمای۔ سالہا سال تک اپنے اس روحانی اور اخلاقی امور پر کمال رکھنے والے استاد سے وابستہ رہے یہاں تک کہ ان کے سب سے پسندیدہ اور صفِ اول کے طالب علم قرار پائے۔ خواہ علوم ظاہری ہوں یا معنوی سب کچھ اپنے اسی استاد سے حاصل کرتے وہ جہاں رہتے وہیں یہ بھی ان کے ساتھ ساتھ رہتے۔

جب آخوند حسین ہمدانی رحلت فرماگئے تو اب سید احمد کربلائی روضہ مولائے متقیان حضرت علیؑ کے حرم مطہر، نجف اشرف آگئے اور وہیں رہنے لگے۔ درس فقہ کی تعلیم دینے او معارف الہیہ کی تربیت کرنے میں مسلسل کوشاں رہتے۔ انہوں نے لوگوں کی تربیت اس طرح کی کہ اگر اسے معجزے سے تعبیر کیا جائے تو بھی بے جا نہیں ہوگا۔ ان کے تربیت یافتہ بہت سے افراد درجہ کمال پر فائز ہوئے اور قرب خداوندی کی لذتوں سے آشنا ہوئے۔

ایسے ہی تربیت یافتہ افراد میں درِنایاب، عبادات گزار عالم، فقیہِ احادیث، ممتاز شاعر سید العلماء حاجی مرزا علی قاضی طباطبائی تبریزی (متولد

ودفن کا انتظام فرمایا۔"(۱)

صاحب کتاب "ترجمہ" علامہ طباطبائی فرماتے ہیں : "ایک روز میں کسی مقام پر آرام سے لیٹا تھا کہ کسی نے مجھے جگا کر کہا: اگر تم نوراسفهبدیه کو دیکھنا چاہتے ہیں تو اٹھ جاؤ! میں نے آنکھ کھولی تو دیکھا کہ ایک نور مشرق سے لیکر مغرب تک پورے عالم میں پھیلا ہوا ہے"۔ پھر علامہ طباطبائی فرماتے ہیں !"یہ نور دراصل تجلی نفس کا ایک ایسا مرحلہ ہے جو لامحدود روشنی کی صورت میں دکھائی دیتا ہے۔(۱)

"شہید آیت اللہ شیخ محمد تقی بافقی (متولد ۱۲۹۲ھ، متوفی ۱۳۶۵ھ) سید محمد کاظم عصار، سید محسن امین عاملی صاحب "اعیان الشیعہ" اور حاجی مرزا علی آقا قاضی سید احمد کربلائی کے شاگردوں میں سے ہیں اور محمد سعید حبوبی اور آخوند ہمدانی ایک اور شاگرد ہیں۔ اور سید جمال الدین اسد آبادی سید احمد کربلائی کے دوستوں میں سے ہیں۔

شیخ آقا بزرگ تہرانی کتاب "هدیۃ الرازی" میں مرزا شیرازی کے شاگردوں کا ذکر کرتے ہوئے یوں لکھتے ہیں۔

"...... حاجی سید احمد کربلائی نجفی ۱۳۰۰ھ ہجری کے بعد سامرہ چلے گئے اور وہاں چند سال مرزا شیرازی سے استفادہ کرنے کے بعد واپس نجف لوٹ آئے۔ نجف اشرف میں ان کے درس میں علامہ مرزا حبیب اللہ، مرزا حسین تہرانی حاضر ہوتے تھے۔ علامہ حسین قلی ہمدانی کی رحلت کے بعد تہذیب نفس کے تمام مراحل کو طے کر چکے تھے۔ خود بھی بہت سے درس دیا کرتے تھے جن میں بہت سے طلبا شرکت کرتے تھے۔ آپ ۱۳۳۲ھ ہجری میں

(۱)"مہر تاباں" صفحہ ۱۴۰ بخش دوئم (۲) رسالہ لب اللباب صفحہ ۳۶

سے نے حاجی علی بن مرزا خلیل رازی سے نقل کیا ہے۔"(۱)

سید احمد کربلائی کے چند بیش قیمت خط، کتاب "تذکرۃ المتقین" میں موجود ہیں۔ اس کے علاوہ مرحوم آقائے کمپانی اصفہانی کو لکھے گئے وہ خط جو شعر عطار کے بارے میں ہیں، اب شائع ہو چکے ہیں۔

اور آقا سید علی قاضی فرماتے ہیں:

"ایک مرتبہ میں تنہا رات گزار نے مسجد سہلہ چلا گیا۔ جب آدھی رات ہو گئی تو ایک شخص آیا اور مقام ابراہیمؑ پر ٹھہر کر مصروف عبادت ہو گیا یہاں تک کہ صبح کی نماز ادا کر کے طلوع آفتاب تک سجدے میں رہا۔ اب میں نے جا کر دیکھا تو معلوم ہوا کہ یہ آقا سید احمد کربلائی حالتِ بکاء میں ہیں۔ کثرت گریہ کی وجہ سے سجدہ گاہ بھیگ کر نرم ہو چکی ہے۔ پھر وہ صبح کو وہاں سے اٹھ کر ایک کمرے میں چلے گئے اور اس طرح ہنس بول رہے تھے کہ ان کی آواز مسجد کے باہر تک پہنچ رہی تھی۔

سید احمد کربلائی کی وفات علامہ طباطبائی نے ۱۳۳۰ بتائی ہے۔ لیکن آقائے بزرگ تہرانی، محسن امین عاملی نے ۲۷ شوال ۱۳۳۲ ہجری لکھی ہے اس اعتبار سے شیخ بزرگ تہرانی اور محسن امین، سید احمد کربلائی کو قریب سے جانتے تھے اور محسن امین ان کے شاگرد تھے، لہٰذا انہی کے بیان کردہ سن وفات کو صحیح قرار دیا جا سکتا ہے۔

اس کے علاوہ علامہ طباطبائی نے یہ جو فرمایا ہے کہ "سید احمد کربلائی دراصل اصفہانی تھے" اس کی تصدیق کتاب "نقباء البشر" "اعیان الشیعہ" وغیرہ سے نہیں ہوتی بلکہ ان کتابوں میں انہیں دراصل "تہرانی" بتایا گیا ہے اور ان

(۱) اعیان الشیعہ" جلد ۲ صفحہ ۲۷۴

کیا ہے انہی سے حاصل کیا ہے خواہ ان کی زندگی میں ان کے پاس جاکر یا پھر اس طریقے سے جو میرے پاس ہے سب کچھ انہی مرحوم قاضی سے اخذ کیا ہوا ہے۔"(۱)

مرزا علی قاضی مرحوم اپنے شاگردوں کو شرعی احکام کے مطابق باطنی اور معنوی کمال کی تعلیم دیتے تھے۔وہ نماز خضوع وخشوع کے ساتھ پڑھتے اور اپنے اعمال خلوص نیت کے ساتھ انجام دینے پر زور دیتے تھے۔اخلاقی تعلیم کے کچھ خاص اصول سکھلاتے تھے۔وہ اپنے طلباء کو غیبی الہام قبول کرنے پر آمادہ کرتے تھے اور اس کے لئے انہیں مستعد بناتے تھے۔

مسجد کوفہ اور مسجد سہلہ میں انہوں نے اپنے لئے کمرہ رکھا تھا اور کبھی کبھی رات وہیں جاکر تنہائی میں عبادت کرتے ہوئے گزارتے تھے۔اپنے شاگردوں سے بھی کہتے تھے کہ وہ کبھی کبھار مسجد کوفہ یا مسجد سہلہ جاکر عبادت کرتے ہوئے رات گزارا کریں۔

انہوں نے اپنے شاگردوں کو یہ بھی ہدایت کی تھی کہ اگر نماز، تلاوت قرآن مجید، ذکر الٰہی اور غور وفکر کے درمیان اگر کوئی خوبصورت چہرہ نظر آئے یا کسی اور لحاظ سے عالم غیب کا مشاہدہ ہو جائے تو اس طرف توجہ نہ دیں اور اپنے عمل کو جاری رکھیں۔

چنانچہ مرحوم قاضی کے ایک شاگرد علامہ طباطبائی کہتے ہیں کہ ایک دن میں مسجد کوفہ میں بیٹھا ذکر الٰہی میں مصروف تھا۔اسی اثناء میں ایک بہشتی حور میرے دائیں طرف آئی۔اس کے ہاتھ میں جنت کا ایک جام تھا۔یہ جام وہ میرے لئے لائی تھی اور خود کو بھی مجھے دکھا رہی تھی۔میں نے جونہی یہ سوچا کہ

(۱) یادنامہ علامہ طباطبائی صفحہ ۶۱۔۶۲

ان کی کوئی خبر نہ ملتی۔ ان کے گھر والوں کو بھی معلوم نہیں ہوتا تھا کہ وہ کہاں گئے ہیں اور کیا کر رہے ہیں۔ کوئی بھی تو ان کے بارے میں کچھ نہیں جانتا تھا۔ دوست احباب اس مقام پر جہاں ان کے ملنے کا امکان ہوتا انہیں تلاش کرتے لیکن نتیجہ کچھ نہیں نکلتا پھر چند روز بعد وہ مل جاتے اور اپنے درس وغیرہ کے سلسلے کو گھر اور مدرسے دونوں مقامات پر شروع کر دیتے۔ یہ اور اس قسم کے بہت سے عجیب وغریب واقعات ان کی ذات سے وابستہ تھے"۔

حدیث میں ہے کہ جب حضرت قائم آل محمدؑ ظہور فرمائیں گے تو دعوت حق کا آغاز مکہ معظمہ سے فرمائیں گے۔ رکن و مقام کے درمیان پشتِ کعبہ اعلانِ ظہور کریں گے اور اس اعلان پر ان کے تین سو تیرہ خاص اصحاب جمع ہو جائیں گے۔

استاد مرحوم قاضی اس بارے میں چند باتیں بیان فرماتے ہیں کہ ان کے خاص اصحاب دنیا کے مختلف خطوں پر پھیلے ہوئے ہیں اور وہ سب کے سب طی الارض کی صلاحیت رکھتے ہیں۔ وہ پوری دنیا کو چھان بین کر کے سمجھ لیں گے کہ حضرت قائم آل محمد مہدیؑ کے علاوہ کوئی بھی اللہ تعالیٰ کی ولایت مطلق کا اہل نہیں ہے۔ اور کسی کو بھی ان کے علاوہ ظہور فرمانے اور قیام کرنے کا حکم نہیں دیا گیا ہے وہی صاحبؑ امر ہیں چنانچہ یہ خاص اصحاب مکہ معظمہ پہنچ کر ان کی خدمت میں حاضر ہو جائیں گے اور ان سے بیعت کریں گے۔

"مرزا علی قاضی فرماتے ہیں کہ میں جانتا ہوں کہ حضرتؑ کا یہ اعلان کن الفاظ میں ہو گا جسے سنکر سب لوگ ان کے گرد جمع ہو جائیں گے۔" غور طلب بات یہ ہے کہ میں نے ایک روایت میں دیکھا ہے کہ چھٹے امامؑ فرماتے ہیں :

گفتگو معرفت نفس، اخلاق سنوارنے اور علم و عرفان کے حوالے سے ہوا کرتی تھی البتہ زیادہ تر خود انسان کی پہچان اور اپنی ذات کو سمجھنے پر زور دیا جاتا تھا۔ لیکن اگر اس علمی بحث میں کوئی اجنبی آکر بیٹھ جاتا تو وہ اپنی گفتگو کا موضوع تبدیل کر دیتے اور زیارت سید الشہداؑ کے بارے میں لوگوں کو بتاتے اور یہ فرمادیتے کہ چونکہ مختلف صلاحیتوں کے لوگ ہیں لہذا تمام باتیں ہر ایک سے نہیں کی جاسکتیں۔(۲)

جیسا کہ بیان ہوا مرزا علی قاضی کے اخلاق و عرفان کے استاد سید احمد کربلائی ہیں۔ بعض لوگوں نے کہا ہے کہ انہوں نے شیخ محمد بہاری سے بھی استفادہ کیا ہے۔ شیخ بہاری آخوند حسین ہمدانی کے شاگرد ہیں اور ان کا مقبرہ "بہار" نامی مقام پر ہمدان میں ہے۔

شیخ آقائے بزرگ تہرانی مرزا علی قاضی مرحوم کے بارے میں لکھتے ہیں:

"سید العلماء مرزا علی قاضی ابن مرزا حسین قاضی طباطبائی تبریزی، جلیل القدر عالم، مجتہد، متقی پرہیز گار اور اخلاق کے درجہ کمال پر تھے۔ ۱۳ ذی الحجہ ۱۲۸۵ھ ہجری میں "تبریز" نامی شہر میں پیدا ہوئے۔ وہیں انہوں نے بعض عالم فاضل حضرات، اپنے والد ماجد، مرزا موسیٰ تبریزی (جنہوں نے "رسائل" کا حاشیہ لکھا ہے) اور سید محمد علی قراجہ داغی سے علم حاصل کیا۔ ۱۳۱۳ھ ہجری میں نجف چلے گئے۔ وہاں انہوں نے مولوی محمد فاضل شربیانی، محمد حسن مامقانی، شیخ الشریعہ اصفہانی، آخوند خراسانی اور مرزا حسین خلیلی سے استفادہ کیا اور فقہ، اصول، حدیث اور تفسیر کے ماہر ہو گئے۔

اخلاق کے باب میں درجہ کمال پر فائز تھے، اہل علم میں اپنی اسی

(۲) تاریخ حکماء و عرفاء متأخر...... صفحہ ۱۴۱

سے آگاہی بھی نہیں تھی کہ واپسی پر انہوں نے میری بیوی سے کہا:

"میرے چچا کی بیٹی !اب کی مرتبہ تجھے بیٹا ہو گا اور زندہ سلامت رہے گا۔اس کا نام "عبدالباقی" ہے۔میں مرزا علی کی یہ بات سن کر خوش ہوا۔ پھر اللہ نے مجھے بیٹا عطا کر دیا جو کہ صحیح سلامت رہا۔میں نے اس کا نام عبدالباقی رکھ دیا۔

۲۔ نجف اشرف کے ایک مدرسے "ہندی بخارائی" میں آقائے مرزا علی قاضی کے ایک دوست رہا کرتے تھے۔جب وہ سفر پر گئے تو انہوں نے اپنا کمرا آقائے قاضی کو دے دیا تا کہ وہ وہاں آرام کریں اور دوسرے فوائد وغیرہ حاصل کر سکیں۔

آقائے قاضی مغرب کے قریب وہاں آتے پھر ان کے دوست احباب بھی اس کمرے میں جمع ہو جاتے، نماز جماعت قائم ہوتی اور کوئی ساتھ سے دس طالب علم وہاں پر دو گھنٹے بیٹھ کر ان سے علمی بحث و مباحثہ کرتے۔ طلباان سے سوالات کرتے اور وہ ان کے جوابات مرحمت فرماتے۔

آقائی قاضی کے ایک دوست بیان فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ میں بھی اسی کمرے میں بیٹھا ہوا تھا کہ انہوں نے اللہ تعالیٰ کی "توحید افعالی" کے موضوع پر گفتگو شروع کر دی۔وہ اس موضوع پر محوِ سخن تھے اور اس کی وضاحت کر رہے تھے کہ اچانک ایسا محسوس ہوا جیسے چھت نیچے آگئی ہے اور کمرے کے اس جانب جہاں سے بخاری کا دھواں نکلنے کے لئے راستہ تھا کڑکڑ کی آواز سی آنے لگی گویا بس اب چھت گرنا ہی چاہتی ہو۔یہ آوازیں اور گرد و غبار کمرے میں بھر گئے !شاگردوں کا یہ چھوٹا سا گروہ اپنی جگہ سے اٹھا۔میں بھی ان کے ساتھ کمرے کے دروازے تک پہنچا باہر دیکھا تو معلوم ہوا کہ مدرسے کے تمام شاگرد

میں دیکھ لیا۔ چونکہ اس تاجر کے پاسپورٹ کا مسئلہ تھا اور تھانے والے پاسپورٹ کا کام کر کے دینے میں ٹال مٹول کر رہے تھے لہذا اس نے اپنا یہ مسئلہ قاضی کو بتادیا اور ان سے پاسپورٹ کی اصلاح کرنیکی درخواست کی۔ قاضی نے پاسپورٹ کی اصلاح کردی اور پھر جب وہ تاجر نجف لوٹ آیا تو وہاں اس نے سب کو بتادیا کہ میں آقائے مرزا علی قاضی سے مشہد میں مل کر آرہا ہوں۔

تاجر کی یہ بات سن کر آقائے مرزا علی قاضی سخت برہم ہوئے اور فرمایا:

"سب کو معلوم ہے میں نجف ہی میں ہوں اور میں نے کوئی سفر نہیں کیا ہے"

ایک اور عالم فاضل شخص نے اس واقعہ کو یوں بیان کیا ہے کہ جب اس تاجر نے مشہد سے زیارت کر کے نجف واپس آنے کا ارادہ کیا تو اس نے اپنے دوستوں کو بتایا: میرے پاسپورٹ میں گڑبڑ ہے وہ شہربانی سے صحیح نہیں ہوا۔ چنانچہ اب میں نے اسے آقائے قاضی کو دے دیا ہے تاکہ وہ اس کی اصلاح کردیں۔ انہوں نے مجھ سے کہہ دیا ہے کہ کل تھانے جاکر اپنا پاسپورٹ لے لینا!

دوسرے دن جب میں تھانے پہنچا تو میرا پاسپورٹ بالکل ٹھیک ہو کر مجھے مل گیا۔ چنانچہ میں وہ لے کر نجف لوٹ آیا۔" تاجر کے دوستوں نے کہا "آقائے قاضی نجف سے باہر نہیں گئے ہیں!" وہ تاجر قاضی کے پاس گیا اور پورا واقعہ تفصیل سے ان کو یاد دلانے لگا۔ اس پر آقائے قاضی نے جواباً کہا" سب کو معلوم ہے کہ نجف ہی میں ہوں اور میں نے کوئی سفر نہیں کیا ہے۔"

اب وہ تاجر اس زمانے کے بڑے بڑے علماء آقائے شیخ محمد تقی آملی، آقائے شیخ علی محمد بروجردی اور آقائے سید علی خلخالی کی خدمت میں پہنچا اور سارا واقعہ ان کے سامنے بیان کردیا۔

ملا قلی جولاہا

سید علی شوشتری

حسین قلی ہمدانی

سید احمد کربلائی — شیخ محمد بہاری ہمدانی

حاج مرزا علی قاضی

علامہ طباطبائی

مرزا علی قاضی کے عالی قدر شاگرد علامہ طباطبائی ہیں۔امید ہے کہ یہ راہ عرفان و طریقت کی پاسبانی فرمائیں گے اور اس علم کو دوسرے انسانوں تک منتقل کریں گے اور نابود ہونے نہیں دیں گے۔

ملا قلی جولاہے کا کوئی استاد تھا یا نہیں۔یا بالفرض اگر ان کا کوئی استاد تھا تو اس کا کیا سلسلہ اور آپس میں ربط تھا اس کے لئے کتاب "تاریخ حکماء و عرفاء متاخر بر صدر المتالہین" صفحہ ۱۴۸ تا ۱۵۲ کا مطالعہ فرمایئے۔

اس کے علاوہ گزشتہ صدی کے پابند شریعت و عرفان سے مزید آگاہی حاصل کرنے کے لئے کتاب "منتخباتی از آثار حکمای الہی ایران" جلد ۲ مقدمہ نمبر ۱۵ کے حاشیہ کی طرف رجوع کیجئے۔

گئے اور اسی مسجد " سراج الملک میں خدمات انجام دینے لگے۔ انہوں نے تصنیف و تالیف کا کام بھی جاری رکھا اور ستر سال کی عمر میں جمعرات کے دن ۱۳۶۹ہجری میں اس دار فانی سے کوچ کر گئے۔

عارف کامل

شاہ آبادی مرحوم ایک عارف کامل، عالم واقعی اور سچے مجاہد تھے۔ ان کی عظمت اور بزرگی کا اندازہ اسی بات سے ہو جاتا ہے کہ عظیم الشان رہبر امام خمینیؒ انہی کے تربیت یافتہ ہیں۔ امام خمینیؒ نے شاہ آبادی کے فرزند کی شہادت کے موقع پر جو پیغام صادر فرمایا تھا اس سے بخوبی واضح ہو جاتا ہے کہ ان کی نگاہ میں اپنے استاد کا کیا مقام تھا۔ اس پیغام کے الفاظ یہ ہیں:

" شہید ہونے والا یہ عزیز میرے معزز بزرگ کا بیٹا تھا۔ یہ وہ بزرگ تھے کہ واقعتاً جنہوں نے مجھے روحانی اور معنوی زندگی کا شعور عطا کیا۔ میں اپنے ہاتھ اور زبان سے ان کا شکریہ ادا نہیں کر سکتا ہوں!۔"

اسی طرح امام خمینیؒ جب بھی اپنے استاد کا نام لیتے تو ساتھ میں عموماً "عارف کامل" "میری جان ان پر قربان ہو" جیسے الفاظ فرمایا کرتے تھے۔ اس سلسلے میں ہم یہاں کتاب "معراج السالکین و صلوۃ العارفین" سے چند نمونے بطور مثال پیش کر رہے ہیں۔

۱۔ عارف کامل شیخ شاہ آبادی فرماتے ہیں:

" ذکر الہی کرتے وقت انسان کو چاہئے کہ بالکل اسی طرح ذکر کرے جیسے بچے کو بولنا سیکھا رہا ہو۔ اور اسے سمجھا رہا ہو تا کہ وہ بات سیکھ لے۔ اسی طرح ذکر الہی کرتے ہوئے انسان کو چاہئے کہ اپنے قلب کو ذکر الہی سے آشنا کرے اور سکھائے۔ جب انسان زبان پر ذکر الہی جاری کرتا ہے اور اپنے قلب

مخصوص نہیں ہے۔ کیونکہ آیت کے سیاق و سباق سے یہ ثابت نہیں ہوتا کہ یہ ہدایت آپؑ کے ساتھ مخصوص ہو۔"(۱)

۳۔ عارف کامل شیخ شاہ آبادی (میری جان ان پر قربان) فرماتے ہیں: تمام عبادتیں حق سبحانہ و تعالیٰ کی حمد و ثنا ہیں۔ انسان کے اپنے وجود میں ان کے اثرات سرایت کرنے کے لئے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ معارف الٰہی اور ثنائے رب میں کچھ حصہ عقل کا ہوتا ہے کچھ قلب کا اور اسی طرح کچھ حصہ سینے کا ہوتا ہے تو کچھ حصہ بدن کی قوت کا ہوتا ہے۔ چنانچہ اسی کا نام عبادت رکھا گیا ہے۔

انتہیٰ مَا افاد دام ظلہ (جو کچھ شیخ آبادی مدظلہ سے استفادہ کرکے بیان کیا اس کا اختتام ہوا)۔"(۲)

ایک اور مقام پر آقائے خمینیؒ اپنے اُستاد کے بارے میں فرماتے ہیں:

"آیت اللہ شاہ آبادی کی شریں بیانی اور ذہانت میں جو معنویت اور قدس پایا جاتا ہے، اپنی عمر میں مَیں نے (کسی اور میں) نہیں دیکھا۔"

اسی طرح استاد مطہری آیت اللہ شاہ آبادی کے بارے میں فرماتے ہیں:

"وہ فلسفہ اور احادیث دونوں پر عبور رکھتے تھے ... تہران میں مرجع تقلید اور فتویٰ دینے کے مقام تک فائز ہو چکے تھے۔

اس زمانے میں جب شیخ عبدالکریم حائری قم میں تھے، وہ تہران سے قم آئے اور یہاں ان سے علماء نے استفادہ کیا۔ علمِ عرفان میں ان کا کوئی مدِمقابل نظر نہیں آتا تھا۔

ہمارے جلیل القدر استاد امام خمینیؒ نے بھی اس دور میں ان بزر سے

(۱) اور (۲) کتاب "معراج السالکین و صلوٰۃ العارفین،، (ضمیمۂ یادنامۂ استاد مطہری، کتاب اول صفحہ ۴۹)

میں نے زیادہ اصرار کیا تو انہوں نے کہ : "اچھا فلسفہ پڑھادوں گا"۔
کیونکہ ان کا خیال تھا کہ میں ان سے فلسفہ پڑھنا چاہتا ہوں۔ جب انہوں نے فلسفہ پڑھانے کو کہا تو میں نے جواب دیا : "فلسفہ میں پڑھ چکا ہوں۔ میں تو آپ سے عرفان کی کتاب "شرح فصوص" پڑھنا چاہتا ہوں"۔ انہوں نے عرفان پڑھانے سے منع کیا لیکن جب میری جانب سے زیادہ اصرار ہوا تو انہوں نے بالا آخر آماد گی ظاہر کردی۔

امام خمینیؒ کے فرزند نقل کرتے ہیں کہ میں نے اپنے والد سے دریافت پوچھا : کتنے طالب علم عرفان پڑھتے تھے ؟ میرے والد نے جواباً فرمایا : اگر کبھی زیادہ ہوں تو بس تین۔ ورنہ میں اکثر تنہا ہی ہوا کرتا تھا اور عرفان کی تعلیم میں نے انہی سے حاصل کی ہے۔"

پھر میں نے اپنے والد سے پوچھا : آپ نے آقائے شاہ آبادی سے اور کتابیں بھی پڑھی ہیں ؟ انہوں نے فرمایا ہاں جب میں ان سے "شرح فصوص" پڑھا کرتا تھا تو چھٹی کے دنوں میں اور جمعرات جمعہ کے دن ان سے "مفاتیح الغیب" پڑھا کرتا تھا اور اسی زمانے میں میں نے اس کتاب پر حاشیہ بھی لکھا۔

میں نے پوچھا : آپ نے کوئی اور کتاب بھی ان سے پڑھی ہے ؟ انہوں نے جواب دیا : "منازل السائرین" میں نے انہی سے پڑھی ہے۔ کبھی کبھار ایک دو اور بھی طالب علم اس درس میں آجاتے تھی لیکن وہ چند دن سے زیادہ نہ رہتے تھے اور چلے جاتے"۔ میں نے ایک مرتبہ شاہ آبادی سے سوال کیا کہ آپ جو کچھ شرح کرتے ہیں وہ کتاب میں نہیں ہے آخر آپ یہ کہاں سے بیان کرتے ہیں ؟ انہوں نے جواب دیا : "یہ شرح بیان کی جاتی ہے" (یعنی میں جو بیان کرتا ہوں)

تھے یا کبھی کبھار ایک دو اور بھی آکر بیٹھ جایا کرتے تھے - فاعتبر وایا اولی الابصار ! یعنی اے صاحبان عقل (ایسی باتوں سے عبرت حاصل کرو!)

قلمی خدمات

آقائے مرزا علی شاہ آبادی مرحوم کی قلمی خدمات کو کبھی فراموش نہیں کیا جاسکتا۔ ہم یہاں پر ان کی کتابوں کے نام لکھ رہے ہیں :

۱۔ "شذرات المعارف" یا "مرام الاسلام" فارسی زبان میں ہے اور متعدد مرتبہ شائع ہو چکی ہے۔

۲۔ القرآن والعترۃ

۳۔ "الایمان والرجعۃ" یہ کتاب دراصل "اسلام ورجعت" نامی کتاب شریعت سنگلجی) کی تردید کے لئے لکھی گئی۔

۴۔ " الانسان والفطرۃ"

۵۔ "مفتاح السعادۃ فی احکام العبادۃ" فارسی زبان میں ہے اور اس میں توضیح المسائل کی طرح فتاوے ہیں۔

۶۔ "رشحات المعارف" اس میں ان کے کچھ عرفانی درس ہیں۔

۱۳۹۰ ہجری میں ۹۳ صفحے کی یہ مختصر سی کتاب ان کے ایک شاگرد نے مشہد میں شائع کروائی تھی۔

۷۔ حاشیہ کفایہ آخوند خراسانی

۸۔ "منازل السالکین" یہ کتاب عرفان کے موضوع پر ہے۔

۹۔ "رسالۂ العقل والجھل"

۱۰۔ "رسالہ ای در نبوت خاصہ"

طور پر بیان کیا گیا ہے ورنہ اور بھی بڑے بڑے بزرگ اور بلند پایہ عرفاء پچھلی صدی میں زندگی گزار چکے ہیں۔

اخلاقی تربیت کا انداز

اس باب میں جو کچھ بیان ہوا اس سے معلوم ہو جاتا ہے کہ سابقہ دور میں اخلاقی تربیت کا انداز آج کے اس دور سے مختلف تھا۔ اس زمانے میں اخلاق کے اساتذہ خاص طور پر اپنے لائق اور ذہین طالب علموں کو اپنی نگرانی میں منزل کمال تک پہنچاتے تھے۔ ان کے گفتار و کردار پر گہری نظر رکھتے تھے تاکہ وہ بھٹکنے نہ پائیں۔ اپنے شاگردوں کے حالات سے ہمیشہ باخبر رہتے تھے اور بعض موقعوں پر انہیں خاص ہدایت بھی دیا کرتے تھے۔ مختصر یہ کہ اس دور میں اساتذہ اپنے شاگردوں کا اس وقت خیال رکھتے تھے جب تک وہ واقعتاً منزل کمال تک نہ پہنچ جاتا اور اپنے استاد سے بے نیاز نہ ہو جاتا۔ مثال کے طور پر اسی باب میں بیان کئے جانے والے اس واقعہ ہی کو لے لیجئے جس میں آخوند حسین قلی ہمدانی نے اپنے شاگرد کی تربیت آقائے ملکی تبریزی کے سپرد کر دی تھی اور انہوں نے چھ سال تک اس کی تربیت کے سلسلے میں کوشش کی تھی۔

اور آج کے دور میں جو اخلاقی درس ہوتے ہیں اور جس طرح طلباء کی اخلاقی تربیت کا انتظام کیا جاتا ہے وہ گزشتہ دور کے مقابلے میں کافی مختلف ہے۔ شب جمعہ یا تعطیلی ایام میں درس اخلاق کا انتظام کیا جاتا ہے بہت سے طلباء جمع ہوتے اور پھر استاد وقت مقررہ پر تشریف لا کر درس دینا شروع کر دیتے ہیں۔ چونکہ یہ درس عمومی نوعیت کا ہوتا ہے لہٰذا استاد گہرائی میں گفتگو نہیں کرتے ہیں بلکہ انہیں بہت سی باتیں کہنے سے رکنا پڑ جاتا ہے۔ لیکن پھر بھی یہ درس بہت اہمیت رکھتے ہیں۔ خاص طور پر جب خصوصی استاد تک رسائی نہ ہو۔

کی خدمت میں حاضر ہو کر استفادہ کرے ؟ اور اگر ایسے کامل استاد کو پہچان بھی لے تو کیا ایسے کامل اساتذہ کسی اجنبی کی تربیت کرنے کے لئے آمادہ بھی ہو جائیں گے اور وہ اپنے چاہنے والے عزیز و اقارب کی محفل میں اس کو شرکت کی اجازت بھی دے دیں گے ؟

اس کا جواب یہ ہے کہ ہاں ایسی مشکلات سے انکار نہیں کیا جاسکتا۔ لیکن ایسے اجنبی طالب علم کو چاہیئے کہ آئمہ طاہرینؑ کو وسیلہ قرار دے کر خداوند عالم کے حضور دعا کرے۔ جب وہ دل سے دعا کرے گا کہ خدا اسے کامل استاد کے زیر تربیت ہونے کی توفیق عطا کرے تو اس کی دعا ضرور قبول ہو گی۔ کیونکہ جو شخص بھی راہ ہدایت کی تلاش میں ہو اللہ تعالیٰ ضرور اس کی ہدایت فرمائے گا۔ اس کا ہاتھ لائق اور شائستہ استاد کے ہاتھ میں دے دے گا۔

اللہ کی جانب سے رہنمائی...... دو واقعات

علامہ طباطبائی بیان فرماتے ہیں :

" جس وقت میں علوم اسلامی کے حصول کی خاطر تبریز سے نجف اشرف کی جانب روانہ ہوا تو مجھے وہاں کے بارے میں معلوم نہیں تھا کہ کس جگہ جاکر ٹھہروں گا اور کیا کروں گا۔ راستے بھر میں یہی سوچتا رہا تھا کہ کونسا درس پڑھوں گا کس استاد کے پاس جاکر اس کی شاگردی اختیار کروں گا اور وہ کون سا طرز زندگی منتخب کروں جو خداوند متعال کو پسند آجائے۔

نجف پہنچ کر میں نے روضہ امیر المومنینؑ کے گنبد کی جانب رخ کر کے کہا : " یا علیؑ میں علم دین کی تعلیم جاری رکھنے کے لئے آپ کے پاس حاضر ہوا ہوں۔ مجھے نہیں معلوم کہ کونسا طریقہ کار اور دستور العمل اپنے لئے منتخب

اللہ کی جانب سے اس رہنما پر یہ شعر صادق آتا ہے۔ (۱)

ہر کجا دردی دوا آن جا رود
ہر کجا فقری نوا آن جا رود

یعنی جہاں کہیں کوئی درد یا بیماری ہے وہاں (اللہ تعالیٰ) نے اس کی دوا بھی رکھی ہے اور جہاں کہیں بھی غربت اور افلاس ہے وہاں (اللہ تعالیٰ) نے اس کے لئے ذریعہ معاش بھی رکھا ہے۔

دوسرا واقعہ

علامہ طباطبائی بیان فرماتے ہیں :

"میرے ایک دوست نے مجھے بتایا کہ میں ایک مرتبہ جب کربلائے معلیٰ زیارت کے لئے جارہا تھا تو میرے برابر میں ایک کلین شیو ماڈرن نوجوان بیٹھا ہوا تھا۔ ہم دونوں کے درمیان بات چیت شروع ہوئی۔ گفتگو کے دوران وہ نوجوان یک بیک زاروقطار رونے لگا۔ مجھے سخت تعجب ہوا میں نے پوچھا کہ آخر رونے کا سبب کیا ہے ؟ اس نوجوان نے کہا! اگر تمہیں نہیں بتاؤں گا تو پھر کسے بتاؤں گا۔ میں سڑکیں اور عمارتیں تعمیر کرانے والا ایک انجینئر ہوں۔ بچپن سے میری تربیت غیر مذہبی ہوئی ہے میں بس کچھ طبعی اور قدرتی قاعدے قانون ہی کو سمجھتا تھا۔ دنیا کی خلقت اور قیامت وغیرہ پر اعتقاد نہیں تھا۔ ہاں البتہ دین دار لوگوں کی محبت میرے دل میں تھی خواہ وہ مسلمان ہوں، عیسائی ہوں یا یہودی۔

ایک رات میں بہائی فرقہ کے کچھ دوستوں کے ساتھ پارٹی میں شریک تھا۔ چند گھنٹے ان کے ساتھ لہو لعب اور رقص و سرور میں گزارنے کے بعد مجھے

(۱) یادنامۂ علامہ طباطبائی صفحہ ۱۲۰

آپ کو بالکل ٹھیک ٹھاک دیکھ کر میں سمجھ گیا کہ اس میں کوئی راز ہے چنانچہ میں اٹھا اور اس بزرگوار کے پاس پہنچ گیا۔ میرے وہاں پہنچنے پر انہوں نے اصول دین کو بطور اختصار دلیل وبرہان کے ساتھ اس طرح بیان فرمایا کہ میں ان پر ایمان لے آیا۔ اس کے بعد انہوں نے مجھے کچھ ہدایات دیں اور فرمایا کل بھی آجانا۔ چند روز تک میں اسی طرح ان کے پاس گیا جب میں ان کے پاس جاکر بیٹھتا تو وہ مجھے پیش آنے والے تمام واقعات کو بغیر کسی کمی وبیشی کے بیان کردیتے یہاں تک کہ میری ذاتی فکر اور نیت کے بارے میں بھی جسے میرے علاوہ کوئی اور نہیں جانتا تھا وہ جانتے تھے اور مجھے اس سے آگاہ کردیتے تھے۔

تھوڑا ہی عرصہ گزرا تھا کہ ایک بار میں اپنے چند دوستوں کے ساتھ مجبوراً کہیں چلا گیا اور وہاں جاکر مجھے جوا بھی کھیلنا پڑا دوسرے دن جیسے ہی میں ان کے پاس گیا انہوں نے مجھ سے فرمایا: تمہیں شرم نہیں آئی اتنا بڑا گناہ کبیرہ کر بیٹھے! میری آنکھوں سے ندامت کے آنسو جاری ہوئے اور سر شرم سے جھک گیا۔ میں نے کہا غلطی ہوگئی توبہ کرتا ہوں۔ فرمایا غسل توبہ کرو آئندہ کبھی ایسا کام نہ کرنا۔ پھر انہوں نے مجھے چند ہدایات جاری کیں۔

مختصر یہ کہ انہوں نے مجھے اپنا پیشہ تبدیل کرنے کا حکم دیا اور میری زندگی کے دوسرے پروگرام بھی تبدیل کردیئے چونکہ یہ واقعہ زنجان میں پیش آیا تھا اور اس کے بعد مجھے حکم دیا کہ میں تہران جاکر بعض علمائے کرام سے ملوں اور اس کے بعد حکم دیا کہ میں آئمہؑ کے روضوں کی زیارت کروں۔ چنانچہ اب میں اپنا یہ سفر زیارت انہی سید بزرگوار کے حکم سے کررہا ہوں۔ آقائے مطہری بیان کرتے ہیں کہ میرے دوست نے مجھے بتایا:

”عراق کے قریب پہنچ کر میں نے دیکھا کہ دوبارہ اچانک اس کے گریہ

باب ۔ ۳

حصول علم کے لئے اہم شرط

گناہوں سے اجتناب

وَاتَّقُوا اللّٰهَ وَيُعَلِّمُكُمُ اللّٰهُ

سورہ بقرہ ۔ ۲ ۔ آیت ۲۸۲

"پرہیز گار ہو (یعنی گناہوں سے اجتناب کرو اور واجبات بجالاؤ)
تاکہ خدا تمہیں علم سکھائے"

لے جاتے ہیں اور وہ حصول علم سے محروم ہو جاتا ہے۔ یہاں تک کہ علمی مرکز کو چھوڑ کر اسلام اور علمائے دین کو برا بھلا کہنے لگتا ہے! بہت سے ایسے دینی طالب علم ہیں جو علوم دینیہ کے مراکز میں تحصیل علم کے لئے آئے لیکن وہ اسے چھوڑ کر چلے گئے۔ انہوں نے کسی اور راستے کا انتخاب کر لیا اس کی وجہ یہ تھی کہ ان میں اس مقدس مکان اور پاکیزہ لباس میں رہنے کی صلاحیت نہیں تھی۔ چنانچہ خداوند متعال کی قدرت اور امام زمانہؑ کے فیض سے ان کے لئے ایسے اسباب پیدا ہو گئے کہ انہوں نے علوم دینیہ کے مرکز اور علمائے کرام کے لباس کو چھوڑ دیا۔! ظاہر ہے کہ مذکورہ بالا عبارت کا یہ مطلب ہرگز نہیں کہ جو بھی علوم دینیہ کے مراکز میں ہیں یا علمائے کرام کا لباس پہنتے ہیں وہ سب کے سب نیک اور صالح ہیں اور امام زمانہؑ ان سے خوش ہیں۔

حافظ نے کیا خوب کہا ہے ؎

مدعی خواست کہ آید بہ تماشا گہٕ راز
دست غیب آمد و بر سینۂ نامحرم زد

"(علوم دینیہ کے مراکز میں) آنے والا شخص اس امر کا دعویٰ کرتے ہوئے آیا تھا کہ وہ (شریعت کے) امور کو یوں ہی بطور تفریح دیکھے گا۔ لیکن قدرت کے غیبی قوت نے آکر ایسے نااہل کے سینے پر اپنا ہاتھ رکھ کر اسے روک دیا!"

ایک نکتہ جس کی جانب لازمی طور پر متوجہ ہونا چاہئے وہ یہ ہے کہ شیطان ہر ایک کو یوں ہی گمراہ نہیں کرتا ہے! مثلاً وہ کسی عالم دین سے یہ نہیں کہے گا کہ "تم شراب پی لو" مقام و منصب، اپنی عزت کی خواہش، غیبت، الزام تراشی، بے جا واویلا، ہنسی مذاق اور خوامخواہ کی فضول باتوں کے ذریعے

دوسرے لوگ سبزی فروش یا عطر فروش کی گلی کوچے میں غیبت کرتے ہیں تو یہ لوگ علمائے اسلام کی جانب بری باتیں منسوب کردیتے ہیں اور ان کی شان میں گستاخی اور توہین کرتے ہیں!!

"آخر اتنے اطمینان سے اپنے مسلمان بھائی کی غیبت اور اس کے بارے میں بدگمانی کیوں کرتے ہیں یا سنتے ہیں۔ کیا تمہیں معلوم نہیں ہے کہ یہ زبان جو غیبت کرتی ہے بروز قیامت دوسروں کے پیروں تلے کچلی جائے گی کی تمہیں خبر ہے؟ اَلْغَیْبَۃُ اِدَامُ کِلَابِ النَّارِ (غیبت جہنم کے کتوں کی غذا ہے)۔

"ایسے افراد جو پچاس یا ستر سال تک غیبت اور جھوٹ میں مبتلا رہے ہیں اور گناہوں میں ان کی داڑی سفید ہوگئی ہے، وہ گناہوں کے ترک کردینے کا پختہ ارادہ نہیں کرسکتے۔ ایسے افراد تو زندگی بھر اسی میں مبتلا رہیں گے۔"

"آیت الحق ملا حسین قلی ہمدانی اپنے ایک خط میں لکھتے ہیں کہ......

اور جو کچھ اس ناچیز نے عقل اور قرآن وحدیث کی روشنی میں سمجھا ہے وہ یہ ہے کہ قرب الٰہی حاصل کرنے والے کے لئے اہم اور ضروری امور میں سے یہ ہے کہ وہ گناہوں کو چھوڑنے کی بھرپور کوشش کرے۔ جب تک تم گناہوں سے اجتناب نہیں کروگے نہ تو ذکر الٰہی سے تمہارے دل کو کوئی فائدہ پہنچے گا اور نہ ہی غور فکر سے تمہارے قلب کو جلا حاصل ہوگی۔ کیونکہ اگر کوئی شخص کسی بادشاہ کی نافرمانی کرے تو اس کی خدمت اسے کوئی فائدہ نہیں پہنچاسکتی۔ اب میں نہیں سمجھ سکتا کہ (ترک معصیت کا) یہ پیغام سب سے بڑے عظیم الشان بادشاہ کی جانب سے ہے۔ اور یہ اس باخبر ذات کا پیغام ہے جو دنیاوی بادشاہوں کے عیوب سے بھی آگاہ ہے۔

نور کا خزانہ قرار دے دیا ہے یعنی اس سے تم اللہ تعالیٰ کا نام لے سکتے ہو۔ کتنے شرم کی بات ہے کہ تم نور کے اس پاک خزانے کو غیبت، جھوٹ، فحش الفاظ الزام تراشی اور اسی قسم کے دوسرے گناہوں میں آلودہ کر کے نجس کر ڈالو! حاکم حقیقی کی جانب سے عطا ہونے والے اس خزانے کو گلاب اور عطر کی خوشبو سے مہکتا ہوا رکھو نہ یہ کہ اسے پلیدی کی نجاست سے آلودہ کر کے بدبودار بناؤ۔

اگر تم اپنی حفاظت اور نگہبانی نہیں کرو گے تو یاد رکھو تمہارے سات اعضاء یعنی کان، زبان، آنکھ، ہاتھ، پاؤں، شکم اور شرمگاہ نہ جانے کیا کیا معصیت پروردگا کریں گے۔ یہ اعضاء کیسی آگ بھڑکا کر رکھ دیں گے اور تمہارے دین میں کتنی تباہی پھیلادیں گے!

تمہیں معلوم ہے کہ اگر تمہاری زبان بے لگام ہو جائے تو اس کی نیزہ نما نوک سے کتنے زخمی ہو جاتے ہیں اور کتنے لوگوں کے دلوں میں زبان کا یہ تیر پیوست ہو جاتا ہے! لہذا اگر اپنی زبان قابو میں رکھو تو یہ بہت ہی اچھی بات ہے۔ اگر میں ان باتوں کی تفصیل بیان کرنا چاہوں تو پوری ایک کتاب بھی اس کے لئے ناکافی ہے۔ پھر میں ایک خط میں کیا لکھ سکتا ہوں۔ ابھی تو تم نے اپنے اعضاء و جوارح کو گناہوں سے محفوظ نہیں کیا ہے اور پھر مجھ سے اس بات کے خواہاں ہو کہ میں تمہیں دل کی حالت (اور اس کے گناہوں) کے بارے میں کچھ لکھوں!

لہذا! "سچی توبہ کی طرف جلد بڑھو، جلد بڑھو! پھر کوشش کرو اور اپنی حفاظت کرو۔"

علم اخلاق کے جلیل القدر استاد شیخ محمد بہاری فرماتے ہیں:

"جو شخص تقویٰ کے راستے پر چلنا چاہتا ہے اسے چاہئے کہ وہ چند امور

یقیناً ایسی نافرمانی کرنے والا شخص، آسمانوں اور زمین پر محیط خالق کائنات کے عدل و انصاف پر مبنی مقام میں ہمیشہ ہمیشہ کے لئے قید کردیئے جانے کا مستحق ہوگا! ہاں یہ اور بات ہے کہ توبہ کرلے اور رحمت الٰہی اس کے شامل حال ہو جائے۔"

ایک اور نکتہ جس کی جانب امام جعفر صادقؑ نے رہنمائی فرمائی ہے وہ یہ ہے:

يَاحَفْصُ يُغْفَرُ لِلْجَاهِلِ سَبْعُوْنَ ذَنْبًا قَبْلَ اَنْ يُغْفَرَ لِلْعَالِمِ ذَنْبٌ وَاحِدٌ یعنی "اے حفص! عالم و فاضل کے ایک گناہ کی معافی سے پہلے جاہل کے ستر گناہ معاف کردیئے جائیں گے!"

معصیت اور ظہور امام مہدیؑ

یہ بھی یاد رکھنا چاہئے کہ امام مہدیؑ ہمارے اعمال سے باخبر ہیں اور ہم اپنے گناہوں کے باعث انؑ کے ظہور کی نعمت سے محروم ہیں۔ اس سلسلے کی احادیث خود امام زمانہؑ کے الفاظ ملاحظہ فرمایئے:

۱ ۔ نَحْنُ وَ اِنْ كُنَّا ثَاوِيْنَ بِمَكَانِنَا النَّائِيْ عَنْ مَسَاكِنِ الظَّالِمِيْنَ حَسَبَ الَّذِيْ اَرَانَاهُ اللّٰهُ تَعَالٰى لَنَا مِنَ الصَّلَاحِ وَلِشِيْعَتِنَا الْمُؤْمِنِيْنَ فِيْ ذٰلِكَ مَادَامَتْ دَوْلَةُ الدُّنْيَا لِلْفَاسِقِيْنَ فَاِنَّا يُحِيْطُ عِلْمُنَا بِاَنْبَائِكُمْ وَلَا يَعْزُبُ عَنَّا شَيْءٌ مِنْ اَخْبَارِكُمْ ......(۱)

یعنی: "اگرچہ ہمیں اللہ تعالیٰ نے ہماری اور ہمارے شیعہ مومنین کی مصلحت کے پیش نظر جب تک دنیا پر فاسق حکمرانوں کی حکومت ہے ظالموں

(۱) بحارالانوار جلد ۵۳ صفحہ ۱۷۵۔

اگر وہ کہیں تشریف فرما ہوتے تو کسی کو بھی غیبت کرنے کی اجازت نہ ہوتی اور اگر کبھی کوئی غیبت کرنا شروع کر دیتا تو یہ عظیم رہبر فوراً اس کی بات کی کوئی توجیہہ فرما دیتے اور بات کا رخ تبدیل کر دیتے!"

یہ بزرگ رہنما جب بھی کوئی بات کہتے اور نعرہ لگاتے تو پہلے خود اس پر عمل کرتے تھے۔ یہی وجہ ہے کہ ان کی زبان میں بڑا اثر ہوا کرتا تھا۔ اور ان کی نصیحت دل میں اتر جاتی تھی اور سعادت کے طالب لوگوں کو روحانی اور معنوی تسکین حاصل ہو جایا کرتی تھی۔

وقت آخر محدث قمیؒ کی پریشانی

شیخ عباس محدث قمیؒ کی زندگی کے بارے میں لکھا گیا ہے :

"کسی کو بھی ان کے سامنے غیبت کرنے کی جرات نہیں ہوتی تھی خواہ وہ کوئی بھی بڑے سے بڑا آدمی کیوں نہ ہو اور اس کا تعلق کسی بھی بظاہر اونچے طبقے سے ہی کیوں نہ ہو۔ وہ خود بھی غیبت اور جھوٹ سے اتنا پرہیز کرتے تھے جو تصور سے باہر ہے۔

آخری عمر میں جب وہ بیمار ہوئے اور یہی بیماری جان لیوا ثابت ہوئی اور انہی ایام میں تہران کے ایک عالم ان کی عیادت کے لئے تشریف لائے انہوں نے یہ دیکھ کر کہ شیخ عباس قمی بہت زیادہ مضطرب اور فکر مند ہیں سوال کیا : آپ اتنے پریشان کیوں ہیں ؟ شیخ عباس قمی نے جواب دیا : سفر حج کے دوران جب میں مکہ میں تھا تو جیسا کہ محدثین کا طریقہ ہے، میں نے چاہا کہ ایک اہل سنت عالم سے (نقل حدیث کی) اجازت حاصل کروں۔

اس مقصد کے تحت جب میں ان کے پاس پہنچا تو اہل سنت عالم نے کچھ باتیں مجھ سے کہیں۔ گو کہ میں ان باتوں سے متفق نہیں تھا لیکن پھر بھی میں

مباح بھی ترک کردیتے تھے۔ وضاحت کے لئے چند مثالیں ملاحظہ فرمایئے۔

۱۔ شہید اول اپنی کتاب "قواعد" میں لکھتے ہیں :

"اپنی زندگی مباح کاموں میں صرف کرنا خواہ کچھ دیر کے لئے ہی کیوں نہ ہو خسارے کی بات ہے! ثواب میں کمی واقع ہوتی ہے اور انسان کے درجات کم ہو جاتے ہیں!"(۱)

غور کیجئے کہ جو عالم دین یہ لکھ رہا ہو اس کی زندگی کس طرح کی ہوگی۔

۲۔ آیت اللہ عبداللہ شوشتری کا شمار محقق اور اردبیلی کے شاگردوں میں ہوتا ہے۔ وہ اپنے بیٹے کو نصیحت کرتے ہوئے فرماتے ہیں :

"اے میرے پیارے بیٹے! جب سے میرے استاد نے مجھے اپنی رائے پر عمل کرنے کی اجازت دی ہے اور اجتہاد کی سند عطا فرمائی ہے اب تک میں نے کوئی مباح اور مکرو فعل نہیں کیا۔ یہاں تک کہ کھانے پینے، سونے اور...... میں بھی اس بات کا خیال رکھاتا ہوں"(۲)

۳۔ خود مقدس اردبیلی کے بارمیں کہا گیا ہے :

" حرام اور مکرو تو کیا چالیس سال تک انہوں نے کوئی مباح کام نہیں کیا!"(۳)

۴۔ محدث قمی لکھتے ہیں :

" میر داماد اسلام کے ایک بہت بڑے فلسفی گزرے ہیں۔ بیس سال تک انہوں نے کوئی مباح کام

(۱)-(۲)-(۳) منتخب التواریخ ۱۹۵

پیغمبر اکرمؐ سے ایک سوال

جلیل القدرؒ عالم دین حاجی محمد صالح برغانی قزوینی شہید ثالث کے بھائی ہیں۔ ایک مرتبہ انہوں نے پیغمبر اکرم ﷺ کو خواب میں دیکھا تو چند سوالات کئے انہی سوالات میں سے ایک سوال یہ بھی کیا: ''آخر اس کی کیا وجہ ہے کہ سابقہ دور کے علماء صاحب کرامت اور صاحب مکاشفہ (یعنی حالت بیداری میں معصوم ہستیوں سے بات چیت کرنے والے) ہوا کرتے تھے اور اب علماء کے لئے مکاشفہ کا یہ دروازہ بند ہو گیا؟'' آنحضرت ﷺ نے ارشاد فرمایا:

''اس کی وجہ یہ ہے کہ سابقہ علماء شرعی احکام کو اپنے ذاتی عمل کے لئے دو حصوں پر تقسیم کرتے تھے ایک واجب اور دوسرا حرام۔ وہ حرام سے اجتناب کرتے تھے اور واجب کو بجالاتے تھے۔ ان کی نگاہ میں تمام مکروہ اور مباح کام بھی حرام جیسے ہی ہوتے اور وہ کسی بھی مکروہ اور مباح کام کو نہیں کرتے تھے۔ اور اسی طرح تمام مستحب کام بھی گویا واجب سمجھ کر بجالاتے تھے۔

لیکن (اس کے بر خلاف) تمہارے اس دور کے علماء نے احکام شرعی پر عمل کو پانچ قسموں پر تقسیم کیا ہے۔ تم لوگ مستحبات کو چھوڑ دیتے ہو اور مکروہات کا ارتکاب کر لیتے ہو۔ چنانچہ یہی وجہ ہے کہ اب تم سے کرامات ظاہر نہیں ہوتے اور مکاشفہ کا دروازہ تم پر بند ہو گیا ہے۔ (۱)

(۱) قصص العلماء ۵۲

بید آبادی کی نصیحت

جلیل القدر دانش مند اور بزرگ عارف آقائے محمد بید آبادی ایک خط میں دستور العمل بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں :

"......لہذا اپنی سوچ میں یکسوئی رکھو اور شریعت کے راستے پر قدم رکھ کر بھر پور کوشش کر کے تقویٰ حاصل کرو۔ یعنی حرام، متشبہ اور مباح کاموں کا حتیٰ الامکان ارتکاب نہ کرو خواہ زبانی ہو یا عملی اور فی الحال ہو یا آئندہ کے لئے، یہاں تک کہ ایسے امور کے ارتکاب کے بارے میں خیال تک نہ لاؤ۔ اس طرح ظاہری اور معنوی پاکیزگی حاصل ہو جائے گی اور یہ باتیں عبادت کی قبولیت کے لئے شرط ہیں۔ اور اسی طرح عبادت کا اثر حاصل ہوتا ہے اور عبادت صرف ظاہری عبادت کی حد تک نہیں رہتی۔"

حیرت انگیز احتیاط

شیخ جعفر شوشتری کا بیان ہے :

بروجر کا گورنر ایک روز علامہ بحر العلوم کے والد سید مرتضیٰ سے ملنے ان کے گھر گیا۔ واپسی پر اُس نے گھر کے صحن میں بحر العلوم کو دیکھ لیا۔ باپ نے اپنے بچے کا تعارف آنے والے گورنر سے کرا دیا۔ گورنر نے بڑھ کر بحر العلوم کی خوب تعظیم کی اور چلا گیا۔ اب بحر العلوم اپنے والد ماجد سے گویا ہوئے : "مجھے اس شہر سے باہر بھیج دیجئے کیونکہ یہاں مجھے اپنی تباہی کا ڈر ہے!"

باپ نے پوچھا کیوں ؟ آخر کیا ہو ؟

فرمایا: اگر اسے راہ طریقت وشریعت کی قدر ہوتی تو وہ اس طرح شریعت کی مخالفت نہ کرتا۔"

ایسا ہی واقعہ سید ابن طاوسؒ کا ہے۔ وہ کسی بھی ایسی تیار شدہ غذا کو جس پر اللہ کا نام نہ لیا گیا ہو تناول نہیں فرماتے تھے۔ اور ان کے پیش نظر یہ آیہ مبارکہ ہوتی تھی:

وَلَاتَاكُلُوامِمَّا لَمْ يُذْكَرِاسْمُ اللهِ عَلَيْهِ(۱)

یعنی: "جس (ذبیحہ) پر خدا کا نام نہ لیا گیا ہو اس میں سے مت کھاؤ۔"

۶۔ علامہ سید ابن طاؤس نے کسی وضاحت کے بغیر اپنا کفن تیار کیا، قبر کے مقام کو معین کیا اور پھر یوں گویا ہوئے:

"لے میں نے اپنی قبر کی جگہ اپنے والدین کے پاؤں کے جانب رکھی ہے۔ تاکہ میرا سر ماں باپ کے قدموں میں رہے کیونکہ ارشاد خداوندی ہے:

وَاخْفِضْ لَهُمَا جَنَاحَ الذُّلِّ وَمِنَ الرَّحْمَةِ(۲)

"والدین کے سامنے نیازی سے خاکساری کا پہلو جھکائے رکھو۔"

وَبِالْوَالِدَيْنِ اَحْسَانًا(۳)

یعنی "اور اپنے ماں باپ کے ساتھ اچھا سلوک کرنا"

۷...... کسی زمانے میں ایک ایسا گوسفند جو لوٹ لیا گیا تھا شہر کوفہ کے گوسفندوں کے ساتھ ملا دیا گیا۔ کوفہ کے ایک عابد و زاہد اور

(۱) سورہ انعام ۶۔ آیت ۱۲۱

(۲) اور (۳) سورہ بنی اسرائیل ۱۷: آیت ۲۳۔۲۴

اہل قلم متوجہ ہوں

جناب وحید بھبھانی بارہویں صدی ہجری کے سب سے بڑے شیعہ محقق گزرے ہیں۔ اخباریوں سے خطاب کرتے ہوئے وہ لکھتے ہیں :

" میرے بھائی مازندرانی بھی میرے جد بزرگوار کی طرح مجتہد تھے۔ میں نے اپنے والد سے سنا ہے کہ میرے بھائی سے کہا گیا ہے کہ "اصول کافی" کی شرح لکھنے کے بعد " فروع کافی ،، کی شرح بھی لکھیں۔ البتہ کسی نے یہ بھی کہہ دیا کہ ہو سکتا ہے آپ درجۂ اجتہاد تک نہ پہنچے ہوں ۔ چنانچہ اسی احتمال کی بنا پر آپ نے " فروع کافی ،، کی شرح نہیں لکھی ! حالانکہ آپ کی تحریر کردہ "شرح اصول کافی" ایک ایسی شرح ہے جس کا مطالعہ کرنے والا با آسانی سمجھ سکتا ہے کہ صالح مازندرانی کتنے بلند پایہ عالم تھے اور فقہ پر ان کی گرفت کتنی مضبوط تھی۔ اسی طرح " معالم الاصول" کی شرح جو انہوں نے کمسنی میں رکھی تھی پڑھنے سے اصول فقہ میں ان کی مہارت کا اندازہ بخوبی ہو جاتا ہے ۔ بہت سے لوگوں کی رائے ہے کہ ملا صالح مازندرانی نے "اصول کافی" کی جو شرح لکھی ہے وہ بہترین شرح ہے۔

غور فرمایئے کہ جناب صالح مازندرانی کتنی علمی مہارت رکھتے تھی اگر وہ " فروع کافی " کی شرح لکھ دیتے تو آج ہم ان کی اس علمی میراث سے فائدہ اٹھاتے ۔ لیکن انہوں نے احتیاط سے کام لیا اور اس کتاب کی شرح نہیں لکھی۔

کاش ہمارے اس دور کے اہل قلم اور مولف حضرات بھی اس طرح سوچیں۔ علمی اور تحقیقی کتابیں بڑی احتیاط سے لکھیں اور ایسی کتابیں

ہے۔ ایسی تحریورں کی تو بات ہی الگ ہے جو نقصان دہ اور باعث ذلت ہیں وہ تحریریں جو فائدہ مند ہیں، ان کا فائدہ بھی اب پہلے کی مفید تحریروں کی طرح نہیں رہ گیا۔ یعنی یہ تحریریں بھی احتیاط سے کام لیتے ہوئے اور (معاشرے کی) ضرورتوں کا لحاظ رکھتے ہوئے مناسب درجہ بندی کے اعتبار سے نہیں ہے...... اس طرح ہماری مثال اس ملک کی سی ہے جس کے اقتصادی امور کی کوئی مجموعی اور ٹھوس بنیاد نہ ہو...... اور سارے کام محض اتفاق پر چھوڑ دیئے گئے ہوں!

سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ اس کا حل کیا ہے؟ تو جواب بہت آسان ہے۔ بنیادی طور پر اس اصلاحی کام کو اہلِ قلم مصنفین اور مؤلفین اور مطالعہ کرنے والے ایک دوسرے سے ہم فکری، ہم آہنگی اور تعاون کر کے انجام دے سکتے ہیں۔"

لیکن افسوس! ہم میں سے بہت سے لوگ اپنے طریقہ کار ہی کے دلدادہ ہیں! خواہ کتنا بھی سوچیں انھیں اپنا ہی طریقہ صحیح معلوم ہوتا ہے۔

میں نے اہل قلم حضرات کو بھی یہ تجویز پیش کی تو وہ اسے بخوشی قبول کرنے کے بجائے رنجیدہ ہوگئے اور اسے وہ اپنے طریقہ کار میں غلطی سمجھ بیٹھے......

بے مقصد کتابوں کی بھر مار

ہمارے مکتب میں مضحکہ خیز اور بے مقصد کتابوں اور فضول رسالوں کی بھر مار ہوتی ہے۔ یہاں تک کہ فائدہ مند اور تحقیقی کتابوں کی چھپائی اور اشاعت کا مرحلہ ہی نہیں آتا! یہی وجہ ہے کہ ہم دیکھتے ہیں

"دیگر مشکلات کے علاوہ ہماری کمیٹی کو کتب خانوں کے لئے اچھی اور قابل قدر اسلامی کتابوں کے انتخاب میں دشواری کا مسئلہ ہے۔ آج کل جو کتابیں شائع ہو رہی ہیں ان میں سے اکثر ایسی ہیں جو کسی بھی اعتبار سے اسلامی ثقافت کا تعارف کرنے اور اسلامی معاشرے کی ضروریات کو پورا کرنے سے قاصر ہیں! ان تقریروں اور تحریروں میں کوئی قابل قدر اسلامی خدمت نہیں پائی جاتی۔ ظاہر ہے کہ ایسی کتابوں کی نشرواشاعت اسلامی ثقافت اور ہمارے معاشرے کی رسوائی کا باعث ہیں اور یقیناً مستقبل میں ان کے برے اثرات پڑیں گے۔

علمی اور قابل قدر کتابوں کے ذریعے اسلام کے علاوہ کسی اور مذہب نے بنی نوع انسان کی تمام علمی شعبوں اور رہن سہن کے تمام پہلوؤں کی جانب رہنمائی کا حکم نہیں دیا ہے۔ لیکن افسوس کہ اس عظیم انقلاب کے بعد بھی جو اسلام کے نام پر اسلامی ثقافت کی آغوش سے پروان چڑھا ہے اس میں کتابوں کے اسٹالوں پر صرف قلیل سی تعداد میں غیر دلچسپ اور گھٹیا قسم کی کتابیں ہی سجا رہے ہیں!

افسوس کے ساتھ کہنا پڑتا ہے کہ حکومت کے نشرواشاعت سے متعلقہ اداروں میں بھی چند ایسے افراد اعلیٰ عہدوں پر آگئے ہیں جن کی علمی صلاحیت کم ہے اور وہ بھی اس خوفناک سانحے (بے مقصد کتابوں کی نشرواشاعت) میں شریک ہیں۔ وہ ادارے جو انقلاب سے پہلے اصل متن کے ساتھ تحقیق اور ترجمہ شامل کر کے نسبتاً معتبر کتابیں شائع کر چکے ہیں اب یہ دیکھنے میں آرہا ہے کہ طباعت کے سلسلے میں عجلت برتی جا رہی ہے اور ایک ہی تقریر کو متعدد مرتبہ شائع کر رہے ہیں یہاں تک کہ بعض

"صاحبان معرفت پر اس سے بڑھ کر اور کون سی مصیبت ہوگی کہ ایسے افراد جو نہ مکتب الٰہی سے آشنا ہیں اور نہ ہی مادہ پرستوں کے نظریات سے آگاہ ہیں، وہ دین اسلام کی تبلیغات کے رائج نظام میں جو خاص طور پر اہل تشیع کے ہاں پائے جاتے ہیں! ایسے نااہل افراد مادہ پرستی کی تردید پر کتابیں لکھتے ہیں اور ان کتابوں میں ایسی لغو اور بے بنیاد باتیں لکھ بیٹھتے ہیں جن سے ذلت ورسوائی کے سوا اور کچھ حاصل نہیں ہوتا۔ ظاہر ہے کہ ایسی کتابوں سے مادہ پرستوں کو فائدہ پہنچتا ہے۔ ہمارے اس دور میں ایسی کتابوں کی بہت سی مثالیں موجود ہیں۔""

جناب مطہری نے یہ سب کچھ عظیم اسلامی انقلاب سے پہلے لکھا ہے۔ لیکن افسوس اس جلیل القدر مفکر کی اس تنبیہ پر بہت کم توجہ دی گئی۔ جہاں تک کہ گزشتہ چند سالوں میں اس طرح کی بد نظمی میں اضافہ ہوا ہے ......اور ایسی کتابوں کی نشرواشاعت کا سلسلہ آج بھی جاری ہے جو معنی و مفہوم کے لحاظ سے خالی ہیں۔ بے مقصد اسلامی یا غیر اسلامی کتابوں کا رواج آج بھی ہے اور ان پر ٹنوں کے حساب سے کاغذ اور طباعت کے دوسرے وسائل خرچ ہورہے ہیں......

جی ہاں! جیسا کہ بیان ہوا اس قسم کی بے فائدہ کتابوں کی نشرواشاعت پر خاص طور پر اسلام کے نام پر شائع ہونے والی کتابوں پر جو لوگوں کی ضروریات کو پورا کرنے سے قاصر ہیں، سرمائے کا زیاں تو ہوتا ہی ہے لیکن اس سے کہیں زیادہ اسلامی ثقافت کو نقصان پہنچتا ہے......

آیت اللہ مطہری کتاب "علل گرایش بہ مادیگری" کے اختتامی کلمات میں مسلمان مفکرین سے مخاطب ہو کر کہتے ہیں:

ااقدامات کرے کہ اس قسم کی کتابوں کی نشرو اشاعت بغیر کسی قید و شرط کے جاری نہ رہنے پائے اور ایسی کتابوں کی حوصلہ افزائی نہ کرے۔ مفاد پرست اور سہل پسند عناصر کو کبھی بھی اس بات کی اجازت نہ دے کہ وہ اسلامی معاشرے کو فضولیات اور بے راہ روی کی طرف لے جائیں۔"

"ہماری بہت سی کتابوں کا شمار ایسی ہی بے فائدہ کتابوں میں کیا جاسکتا ہے۔ ہماری بہت سی تقاریر اور منبروں کی صورتحال سے ایسی بعض کتابوں کے بارے میں بخوبی سمجھا جاسکتا ہے۔ ہم اس سلسلے میں تفصیلات بیان کرنے سے گریز کر رہے ہیں۔ اور صرف بطور اشارہ یہی بتلانے پر اکتفا کر رہے ہیں کہ ہماری مجلسوں اور محفلوں میں لوگوں کے کم شریک ہونے کی وجہ ایسی ہی کتابیں ہیں جس سے بعض مقامات پر مجالس پڑھی جاتی ہیں۔

علامہ امینی کہتے ہیں :

"تہران کی ایک بڑی مجلس میں جو عزاداری سید الشہداء کے سلسلے میں منعقد ہوئی تھی شریک ہوا۔ دوران تقریر میں اٹھ کر باہر آگیا کیونکہ وہاں بیٹھنا اور ان باتوں کا سننا میرے نزدیک حرام تھا!۔"

جی ہاں تبلیغ دین اور تصنیف و تالیف ہر کسی کے بس کی بات نہیں ہے۔

"کاش ! ایسے افراد امام خمینیؒ اور شہید مطہری ایسے افراد سے تقریر کرنے اور کتاب لکھنے کا سلیقہ سیکھتے اور انہی دونوں بزرگوں کی روش پر چلتے لیکن افسوس......

آخر میں ہم گناہوں سے اجتناب اور مکروہ مباح سے دوری اختیار

سارے حرام کام کرنے لگیں گے۔ اور اگر عالم حرام کام کر بیٹھے گا تو باقی لوگ بالکل بے دین اور کافر ہو جائیں گے۔ یہ ایک ایسی بات ہے کہ جس کا مشاہدہ ہم اپنی آنکھوں سے خود کر رہے ہیں اور اس کی مزید وضاحت کی ضرورت نہیں ہے۔

بقول عظیم الشان رہبر اور سوئی ہوئی قوم کو بیدار کرنے والے رہنما امام خمینیؒ :

"دکھ کی بات ہے کہ اگر لوگ تمہارے ایسے اعمال دیکھتے ہیں جن کی انہیں امید تک نہیں ہوتی تو وہ دین سے منحرف ہو جاتے ہیں اور صرف ایک فرد (عالم دین) سے نہیں بلکہ پوری صنف علماء سے منہ موڑ لیتے ہیں۔ کاش! لوگ ایک فرد سے منہ موڑتے اور اسی سے بد گمان ہوتے۔"(۱)

(۱) جہادِ اکبر

خلوص نیت

ایک اہم ترین امر جس کی جانب دینی طلبہ کو توجہ دینی چاہیئے خلوص نیت ہے۔ جب کوئی شخص علم دین حاصل کرنا شروع کرے تو اسے اپنے اندر خلوص اور نیت کی پاکیزگی کے بارے میں خود کو آمادہ کرلینا چاہیئے۔

دینی طالب علم کا ہر قدم حق سبحانہ تعالیٰ کی خوشنودی کے لئے آگے بڑھانا چاہیئے۔ ابتداء ہی سے اس کا مقصد رضائے پروردگار ہونا چاہیئے اور کبھی بھی اسے دنیاوی اغراض ومقاصد میں نہیں الجھنا چاہیئے!

دینی طلباء کو مقام ومنصب، عزت وشہرت اور نام ونمود کا خواہاں نہیں ہونا چاہیئے۔ اور اسی طرح اسے مرجع تقلید یا امام جمعہ وجماعت بننے، اسلامی مشاورتی کونسل کارکن یا کسی تنظیم کا سربراہ بننے اور لوگوں کی نظروں میں اپنا مقام بنانے کی فکر میں نہیں پڑنا چاہیئے۔ یہ ساری باتیں اسے اپنے ذہن سے نکال دینی چاہیئے ورنہ اسے نہ صرف یہ کہ علم کوئی فائدہ نہیں پہنچائے گا بلکہ جیسے جیسے اس کا علم بڑھتا جائے گا ویسے ویسے وہ خود بھی جہنم سے قریب ہوتا جائے گا اور قوم وملت کی بدقسمتی میں وہ اضافے کا سبب بنتا چلا جائے گا!

تاریخ گواہ ہے اس دین حنیف کو غیر مخلص افراد نے بے انتہا نقصان پہنچایا بے شمار گہرے زخم لگائے ہیں۔ ہم اس قسم کی بہت سی مثالیں آئے دن دیکھتے رہتے ہیں۔ انہیں نہ تو یہاں بیان کرنے کا موقع ہے اور نہ ہی ضرورت۔

خلوص نیت پیدا کر لینا اتنا آسان کام نہیں ہے اس کے لئے سخت محنت اور جدوجہد لازمی ہے۔ مسلسل احتیاط، طولانی ریاضت، ہر لمحے اپنے نفس سے ہوشیار رہنے اور اپنے اندر استقامت پیدا کر لینے ہی سے نیت میں خلوص پیدا

۲۔بلند درجات پر فائز عارف کامل مرزاجواد آقا ملکی لکھتے ہیں۔

"ایک بزرگ عالم کا بیان ہے کہ وہ تیس سال تک پہلی صف میں نمازِ باجماعت ادا کرتے رہے۔ تیس سال کے بعد اتفاقاً وہ ایک دن پہلی صف میں نہیں پہنچ سکے اور انہیں دوسری صف میں جگہ ملی۔ خود کو دوسری صف میں کھڑے پا کر وہ یہ سوچنے لگے کہ لوگ انہیں دیکھ رہے ہوں گے۔ گویا وہ دوسری صف میں شرمندگی محسوس کر رہے تھے۔ چنانچہ وہ فوراً اس امر کی جانب متوجہ ہو گئے کہ اتنے لمبے عرصے تک جو انہوں نے اگلی صف میں لوگوں کے سامنے کھڑے ہو کر نماز پڑھی ہے اس میں ریاکاری کا عنصر شامل رہا ہے۔ لہٰذا انہوں نے اپنی تیس سال کی قضا نماز پڑھی۔

آقائے ملکی تبریزی اس واقعہ کو جاری رکھتے ہوئے کہتے ہیں :

" میرے بھائیو! ذرا سوچو! اتنی کوشش اور جدوجہد کرنے والا عالم دین جو نماز کے بارے میں اتنا محتاط ہے کہ اتنے طولانی عرصے تک جماعت کی پہلی صف میں شامل ہو کر اپنی نماز ادا کر رہا ہو اور اس نے ایسی صفت رکھنے کے باوجود نماز جماعت کی امامت نہیں فرمائی۔ یہاں تک کہ احتیاط کا یہ عالم ہے کہ صرف ایک خدشے کے پیش نظر اس نے اپنی تیس سالہ نمازیں قضا پڑھیں!

یہی تو وہ خلوص ہے اور احکام اسلامی کی اہمیت کا احساس ہے جس کے باعث ہمارے گزشتہ علماء بلند مقامات پر فائز ہوئے!" (۱) جی ہاں! اصل اہمیت اس بات کی ہے کہ عمل کس نیت سے انجام دیا گیا ہے اور کن حالات میں انجام دیا گیا ہے۔ کیونکہ میزان عمل کثرت و قلتِ عمل نہیں بلکہ خلوصِ عمل ہے۔ قرآن مجید میں ہم پڑھتے ہیں :

(۱) المراقبات صفحہ ۱۴۱

یعنی "اپنے عمل کو خلوص نیت سے (برائے خدا) انجام دو کیونکہ جانچ پڑتال کرنے والا اللہ تبارک وتعالیٰ سب کچھ اچھی طرح دیکھ رہا ہے۔"

پھر آقائے بروجردیؒ نے سوال کرتے ہوئے کہا: اے شخص تم یہ سمجھ رہے ہو کہ جو کچھ لوگوں کی نگاہ میں ہے اور تم دیکھ رہے ہو وہی کچھ خدا کی نگاہ میں بھی ہے؟ اس کا تو فرمان ہے:

اِنَّ اللّٰہَ بِمَا تَعْمَلُوْنَ خَبِیْرٌ

یعنی "جو کچھ تم کرتے ہو اُس سے اللہ تعالیٰ بخوبی واقف ہے۔(۱)

آقائے بروجردی ایسے مجتہد جامع شرائط کے آخری عمر میں ان بیانات سے ظاہر ہوتا ہے کہ انسان کو زندگی کے کسی بھی حصہ میں غافل نہیں رہنا چاہئے اور ہمیشہ خود کو گناہوں سے بچانے کی فکر میں لگے رہنا چاہئے۔ تاکہ شیطان اسے گمراہ نہ کر سکے۔

جب تک انسان خود کو اخلاص کے ہتھیار سے مسلح نہ کرلے شیطان کا حملہ اس پر کارگر ثابت ہوسکتا ہے۔۔ ابلیس کبھی بھی اور زندگی کے آخری لمحات میں لوگوں کو گمراہ کرنے سے باز نہیں رہتا ہاں البتہ از روئے قرآن اللہ کے مخلص بندے اس کے جال میں نہیں پھنستے۔

۴۔ ...... حاجی امام قلی نخجوانی، سید حسین قاضی کے عرفان میں استاد ہیں اور انہوں نے اخلاقیات اور معارف الہیہ میں سید قریش قزوینی سے استفادہ کیا بڑھاپے میں دیکھا کہ شیطان اور میں ایک پہاڑ کی بلندی پر کھڑے ہیں۔ میں نے اپنی داڑھی پر ہاتھ پھیر کر اس سے کہا: میں بوڑھا ہو گیا ہوں ہوسکے تو اب مجھے چھوڑ دے۔ شیطان نے کہا۔ اس طرف دیکھو۔ میں نے اس

(۱) "تعلیم وتربیت در اسلام" صفحہ ۲۲۴

بلاشبہ اگر ہم یہ کہیں تو بے جا نہ ہو گا کہ ہمارے معاشرے کی بگڑتی ہوئی صورت حال کی اصل وجہ خلوص نیت کا فقدان ہے۔ اور ہم خوشنودئ خدا کے بارے میں سوچنا تک گورا نہیں کرتے ہیں!

بعض مقامات پر علمائے کرام اور عام لوگوں کے درمیان جو اختلافات نظر آتے ہیں اس کی بھی اصل وجہ خلوص کی کمی ہے۔ کبھی ایک فریق اور بعض اوقات دونوں فریق غیر مخلص ہوتے ہیں۔

اِذَا رَاَیْتُمُ الْعَالِمَ مُحِبًا لِلدُّنْیَا فَاتَّهِمُوْهُ عَلٰی دِیْنِکُمْ فَاِنَّ کُلَّ مُحِبٍّ لِشَیْئٍ یَحُوْطُ مَا اَحَبَّ (۱)

"جب تم کسی عالم کو دنیا کی محبت میں (گرفتار) دیکھو تو اسے تم اپنے دین کے بارے میں برا سمجھو۔ کیونکہ ہر شخص جب کسی چیز سے محبت کرتا ہے تو اس محبوب چیز کے گرد گردش کرنے لگتا ہے۔"

اس حدیث میں معصوم امامؑ اس امر کی وضاحت فرمارہے ہیں کہ دنیا کی محبت میں گرفتار عالم دین ہرگز امت مسلمہ کی رہبری اور دین کی حفاظت کرنے والا نہیں ہو سکتا۔

ہمارا سلام ہو آیت اللہ العظمیٰ میلانی مرحوم پر وہ اپنی خواہشات نفسانی کو قتل کر چکے تھے انہیں مقام و منصب سے کوئی سروکار نہ تھا۔ چنانچہ جب امام خمینیؒ کو "ترکی" جلاوطن کردیا گیا تو ان سے اظہار عقیدت اور تائید کے لئے آپ نے لکھا:

"وہ سرزمین کتنی خوش قسمت ہے اور اسے کتنی بڑی سعادت حاصل ہورہی ہے کہ جہاں آپ کا وجود ہے اور تمام صاحبان ایمان کے دل آپ کی

(۱) منیۃ المرید صفحہ ۴۳۹، اور معالم الدین صفحہ ۱۲

سبقت کے لئے درس پڑھیں گے تو سوائے زحمت اور مشقت کے کچھ اور حاصل نہیں ہوگا۔ بلکہ صرف دو چار جملے بنا سنوار کے جاہلوں کو متاثر ہی کر سکیں گے۔

چنانچہ وہ افراد جو خود کو نیک اور پارسا ظاہر کرتے ہیں اور لوگوں کو بے وقوف بنانا ان کا کام ہوتا ہے وہ علم کی گہرائیوں اور معارف اسلامی سے حقیقی معنوں میں ناآشنا ہوتے ہیں۔ جب کہ دین کی ابتدا معرفت پروردگار ہے یہاں تک کہ الذاریات کی آیت ۵۶ کے مطابق غرض خلقت بھی معرفت پروردگار ہے۔

وَمَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْإِنْسَ إِلَّا لِيَعْبُدُوْنِ (۱)

آیت میں لِيَعْبُدُوْنِ کا مطلب لیعرفون ہے یعنی میں نے جنوں اور انسانوں کو صرف اپنی معرفت کے لئے پیدا کیا ہے۔

ایسے افراد جو دین فروش اور لٹیرے ہیں جہاں تک ہو سکے ان کا سدباب ہونا چاہئے۔ انہیں کچھ نہیں سکھانا چاہئے ایسے لوگوں کو علم دین سکھانا چور اور دشمن کے ہاتھ میں اسلحہ دینے کے مترادف ہے۔

ایسے افراد کو علم دین پڑھانا، کافر حربی کو اسلحہ فروخت کرنے سے بدتر ہے۔ بلکہ ایسے افراد اگر مجتہد کے برابر بھی علم حاصل کرلیں تو انہیں اجتہاد کی اجازت دینا گناہان کبیرہ کے ارتکاب سے بھی بدتر ہے۔ (۲)

جلیل القدر اور خداترس عالم دین سید نجفی قوچانی، ایسے افراد کی جو بغیر صلاحیت اور اہلیت کے مرجعیت کے درجہ پر آگئے ہیں اور اتنے حساس دینی عہدے پر زبردستی مسلط ہو گئے ہیں کی بڑی شدت سے مذمت کرتے ہیں۔

(۱) سورۂ ذاریات: آیت ۵۶ (۲) سیاحت غرب صفحہ ۳۰۔۳۱

مضحکہ خیز امر یہ ہے کہ پانچ چھ بزرگ اور عمر رسیدہ مراجع تقلید آخوند مرحوم کے ہوتے ہوئے دس پندرہ شاگرد اس بات کی کوشش میں لگے ہوئے ہیں کہ وہ درجہ اجتہاد پر آجائیں اور فتویٰ دینا شروع کردیں! تاکہ اس طرح مال امام اور دوسری شرعی رقومات ان تک پہنچنے لگے اور ان کا نام مشہور ہو جائے! حالانکہ منصب قضاوت اور فتویٰ صادر کرنا، واجب کفائی ہے، ایک مجتہد اسے انجام دے دے تو دوسروں سے ساقط ہو جاتا ہے۔

روایات میں ہے کہ فتویٰ دینے سے اس طرح بچو جس طرح شیر سے بچتے ہو۔ ظاہر ہے کہ پختہ اور عمر رسیدہ علماء کی موجودگی میں ناتجربہ کار نوعمر افراد کے لئے اجتہاد تک رسائی کا راستہ صاف نہیں ہے۔ لہٰذا اب یا تو ان عمر رسیدہ علماء کو بلند علمی مقام سے کم قرار دے دینا ہوگا یا مذمت، الزام تراشی، جھوٹ اور غیبت سے کام لینا ہوگا! (تاکہ یہ بزرگ درجہ اجتہاد کے اہل ثابت نہ ہو سکیں)۔

یا پھر ایک صورت یہ بھی ہے کہ نفرت اور غصے سے لال پیلے ہو کر ان کی موت کے بعد سوئم کی قرآن خوانی کا انتظار کرنا ہوگا اور جب تک وہ زندہ رہیں خدا سے لڑتے رہنا ہوگا! کیسے ابھی تک وہ...... اور اس طرح کافر بن جانا ہوگا! لیکن یہ بڑے دل گردے کا کام ہے۔

آقائے نجفی قوچانی کے ایک دوست جناب بہبہانی نے کہا: "مجھے اس قسم کی باتیں پسند نہیں ہیں کیونکہ اس میں وقت ضائع ہوتا ہے، انشاء اللہ ان سب کی نیتیں صحیح اور اچھی ہیں......"

یہ سنکر آقائے نجفی نے جواب دیا: جناب بہبہانی ان سب کی نیتیں صحیح اور اچھی ہیں!! فقہی اصول، اصالۃ الصحت اور اصالۃ الحسن کا تعلق تو

ثابت ہو گی۔

دوسرے لفظوں میں امت کی رہبری اور مرجعیت کے مقام کو اصالۃ الصحت کے ذریعے ثابت نہیں کیا جاسکتا۔ اس کی مثال تو بادیہ نشین عربوں کے اس استخارے کی مانند ہو گی جو اپنے مرجع تقلید کی شناخت کے لئے کرتے ہیں! یا نہیں تو پھر شوریٰ کی مانند ہو گی جو اسلام کے اوائل میں ہوئی اور اس میں متواترہ احادیث اور محکم آیتوں تک کو (اپنے اجتہاد کے مقابلے میں) قبول نہ کیا گیا!

یہ بھی کیا سادہ لوحی ہے کہ استخارے سے مجتہد اعلم کی شناخت کی جائے لیکن پھر بھی وہ عرب لوگ ایک حد تک معذور سمجھے جاسکتے ہیں کیونکہ بدو اور صحرا میں زندگی بسر کرنے والے تھے۔

آپ جیسے لوگ تو کیا خوب فضل و کمال رکھتے ہیں۔ (گھروں کو گرم رکھنے والے یا چائے کا دور چلانے والے) چولھے کا وہ دھواں، وہ داڑھی اور وہ عمامہ، آپ جیسے لوگوں کو تو ایسے اہم امور (مرجعیت) کے بارے میں سادہ لوحی (اور بھولے پن سے کام نہیں لینا چاہئے!)

اگر مطلق طور پر احادیث نظر آجائیں تو فوراً ہی اس کے اطلاق سے مطلب نہیں سمجھ لینا چاہئے۔ اور مطلق احادیث کو مقید کرنے والی دوسری آیتوں، حدیثوں اور عقلی دلیلوں کو نظر انداز نہیں کرنا چاہئے۔

...... فَارْجِعُوْا فِیْهَا اِلٰی رُوَاتِ اَحَادِیْثِنَا......

یعنی "امام زمانہؑ نے جواباً تحریر فرمایا ہے کہ میری غیبت کے دور میں تم ہماری احادیث کو نقل کرنے والوں کی طرف رجوع کر لینا..."

اس کا مطلب یہ ہرگز نہیں کہ کسی بھی احادیث کے نقل کرنے والے

جناب بہبہانی نے کہا : ان کے اعمال جو بظاہر برے معلوم ہو رہے ہیں۔ لیکن یہ بھی تو ہے کہ یہ قبابہ دوش ہیں اور عمامہ ان کے سروں پر ہے آخر کیسے ہو سکتا ہے کہ ایسے افراد صاف صاف خلاف شریعت عمل کریں ؟

آقائے نجفی قوچانی نے جواب دیا : ہاں یقیناً عوام کے سامنے تو یہ اپنے اعمال پر ٹوپی ڈال سکتے ہیں (اور اپنی ظاہری عزت بنا سکتے ہیں) جیسا کہ قاضی شریح نے یہ کہہ دیا : قُتِلَ حَسَيْنُ بْنِ عَلِيٍ بِسَيْفِ جَدِّهِ ......

یعنی : (نعوذ باللہ) حسین ابن علی اپنے جد کی تلوار سے مارے گئے ...... !! یہ تو صرف بہانے بازی ہے اور بلاوجہ کا عذر تلاش کرنا ہے۔ ایسا عذر جو گناہ سے بھی بدتر ہو۔ مثلاً ملا نصر الدین سے کسی نے رسی مانگی تو اس نے جواب میں کہا : میں نے رسی میں باجرہ پرو لیا ہے۔ لوگوں نے کہا : رسی میں تو باجرہ پرویا ہی نہیں جاسکتا ! (جناب بہبہانی نے پوچھا) پھر ملا نصر الدین نے معذرت کی ؟ (آقائے نجفی قوچانی نے کہا :) آخر کار وہ مان گیا کہ اس نے یونہی عذر تلاش کیا تھا۔ لیکن اگر کوئی ہمت کر کے کے اعتراض کر دے تو وہ (مان لینا تو دور کی بات ہے) اسے دائرہ اسلام سے خارج قرار دے دیتے ہیں اور اس کا خون بہانا مباح ہو جاتا ہے !

اور ہاں ایسے علماء سے متعلقہ لوگ بھی عموماً محض اپنی جان چھڑانے اور بری خواہشات دنیوی کو پورا کرنے کے لئے ان کی تقلید کرتے ہیں۔ اب اگر جناب عالی (مجتہد) ایسے لوگوں کی خواہشات کے مطابق فتویٰ نہ دیں تو وہ بھاگ کھڑے ہوں گے ! چنانچہ ایسے لوگوں کو خوش رکھنے کے لئے تاکہ وہ کسی

ہے تو اس کا دل اسی محبت سے پر ہو جاتا ہے اور پھر اسے دنیا اور اس میں موجود مادی چیزوں کے علاوہ باقی سب برا لگنے لگتا ہے۔ نعوذ باللہ وہ خدا، بندگان خدا، انبیاء الٰہی، اولیائے پروردگار اور اللہ کے فرشتوں تک سے دشمنی اختیار کر لیتا ہے، اور اس میں ان کے خلاف بغض وکینہ پیدا ہو جاتا ہے۔ اور جب خدائے سبحانہ تعالیٰ کی جانب سے فرشتے اس کی روح قبض کرنے کے لئے آتے ہیں تو وہ سخت نفرت اور بیزاری کا مظاہرہ کرتا ہے۔ کیونکہ اسے یہ دیکھائی دینے لگتا ہے کہ حق تعالیٰ کے فرشتے اب اسے اس کی محبوب چیز (دنیا اور اس کے امور) سے جدا کر رہے ہیں۔ ایسی صورت میں ممکن ہے اللہ تعالیٰ سے عداوت رکھتے ہوئے اس دنیا سے جائے.........

جب دنیا کی محبت اور خواہشات نفسانی سے الفت کا تم پر غلبہ ہونے لگے اور تم حق وحقیقت کو سمجھنے سے قاصر رہو تو (فوراً) اپنے عمل کے سلسلے میں خالصاً اللہ کی طرف رجوع کر لو۔ تم کو کس چیز نے حق بات اور ایک دوسرے کو صبر واستقامت کی نصیحت کرنے سے روک رکھا ہے؟ تمہاری ہدایت کا راستہ مسدود کیوں ہے؟ تم کیوں گھاٹے میں پڑ گئے ہو؟

خَسِرَ الدُّنیَا وَالآ خِرَۃِ (یعنی: دنیا اور آخرت دونوں میں نقصان اٹھانے والے ہو) کیونکہ تم نے اپنی جوانی تو یونہی گزار دی ور جنت کی اخروی نعمتوں سے بھی محروم رہ گئے۔ تمہیں دنیا بھی نہ مل سکی۔ دوسروں کو اگر جنت میں جگہ نہیں ملے گی تو کم از کم دنیا تو انہیں مل گئی۔ انہوں نے دنیا کی لذتیں تو حاصل کر لیں لیکن تم.........

ڈرو اس بات سے کہ کہیں خدانخواستہ دنیا کی محبت اور ہوائے نفسانی تم میں بتدریج بڑھتی نہ چلی جائے اور پھر وہ موقع بھی آجائے جب شیطان تمہارا

رسائی حاصل کرلیں گے ؟!

مرجعیت کا عہدہ اور احتیاط

پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ والیہ وسلم نے ارشاد فرمایا :

مَنْ تَقَدَّم عَلٰی قَوْمٍ مِنَ الْمُسْلِمِیْنَ وَھُوَ یَرٰی اَنَّ فِیْھِمْ مَنْ ھُوَ اَفْضَل مِنْہ' فَقَدْ خَانَ اللّٰہَ وَ رَسُوْلَہ' وَ الْمُسْلِمِیْنَ (۱)

یعنی : "جو شخص بھی یہ دیکھتے ہوئے کہ ان میں کوئی اس سے بہتر ہے خود کو ملت مسلمہ کا پیشوا قرار دے تو اس نے اللہ، رسولؐ اور مسلمان سے خیانت کی ہے۔"

امام جعفر صادق علیہ السلام فرماتے ہیں :

مَنْ دَعَا النّاسَ اِلٰی نَفْسِہٖ وَفِیْھِمْ مَنْ ھُوَ اَعْلَمُ مِنْہُ فَھُوَ مُبْتَدِعٌ' ضَالٌ' (۲)

"جو شخص لوگوں کو اپنی طرف بلائے (اور رہبری کا خواہاں ہو حالانکہ ان میں اس شخص سے زیادہ بڑا عالم موجود ہو تو وہ بدعتی اور گمراہ ہے۔"

بہت سے ایسے واقعات اور مثالیں موجود ہیں جن سے معلوم ہو جاتا ہے کہ اپنی عبادت کی طرف بلانے والے لوگوں کی کمی نہیں۔ لیکن ہم انہیں نظر انداز کررہے ہیں۔

شیخ سعدیؒ نے اس بارے میں کیا خوب کہا ہے :

(۱)الغدیر جلد ۸ صفحہ ۲۹۱ (۲)سفینۃ البحار صفحہ ۲۲۰

کوشش کرتے۔ مقصد یہ تھا یہ ذمہ داری سب سے زیادہ مربوط اور باصلاحیت ہاتھوں میں دی جائے۔

وہ بالبصیرت علماء حُبِ دنیا مقام و منصب کی خواہشات سے پاک تھے۔ وہ دلوں کے اندھے نہیں تھے کہ چاردن کی ظاہری قیادت اور رہبری کی خاطر ملت کے مفاد کو خاک میں ملا دیں۔ وہ اچھی طرح جانتے تھے کہ دینی پیشوا کے لئے فقہی کتابوں میں مہارت اور استعداد کے ساتھ دوسری بہت سی آگاہی اور تجربات بھی ضروری ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ وہ بآسانی مذہبی قیادت کے لئے تیار نہیں ہوے۔ اس قسم کی چند احتیاط والی مثالیں ملاحظہ کیجئے:

۱۔ امام خمینیؒ

آقائے خمینیؒ عالم شباب میں ہی درجہ اجتہاد تک پہنچ چکے تھے اور قیادت ورہبری کی صفات ان میں پیدا ہو چکی تھیں۔ لیکن اتنی عظیم صلاحیتوں کے حامل ہونے کے باوجود کبھی بھی یہ دیکھنے میں نہیں آیا کہ انہوں نے اپنی شہرت اور آشنائی کی خاطر اور مقام و منصب حاصل کرنے کے لئے معمولی سا بھی قدم اٹھایا ہو! شرعی طور پر حاصل ہونے والی رقومات کی تقسیم کا معاملہ ہو یا حاجت مند کی ضروریات پوری کرنے کا مسئلہ ہو، وہ ان کے ذریعے کبھی اپنی ذاتی شہرت نہیں چاہتے تھے۔ وہ درحقیقت مرجعیت اور رہبری سے اتنا زیادہ فرار اختیار کرنا چاہتے تھے جتنا کوئی انسان بدبودار مردار سے فرار اختیار کرے۔

امام خمینیؒ مرجعیت اور رہبری کے پیچھے نہیں بھاگے بلکہ درحقیقت مرجعیت اور رہبری نے ان کا پیچھا نہیں چھوڑا۔ اور اگر وہ یہ محسوس نہ کرتے کہ اسلامی معاشرہ خطرہ میں ہے تو وہ کبھی اس کی قیادت ورہبری کے

اپنے قریبی دوستوں کو اشارتاً ہی سہی بتلا دیتا ہے کہ میں یہ فقہی کتاب لکھ چکا ہوں۔ لیکن امام خمینیؒ نے مجھ پر کبھی یہ ظاہر ہونے نہیں دیا! یہاں تک کہ اگر کبھی میں نے اپنا مسئلہ بیان کر دیا تو بھی کبھی یہ نہیں فرمایا کہ مثلاً میں نے "عروۃ" یا "وسیلۃ" کے حاشیے میں یہ لکھا ہے! جب آیت اللہ بروجردی کا انتقال ہو گیا تب مجھے معلوم ہوا کہ امام خمینی ان دونوں کتابوں پر حاشیہ لکھ چکے ہیں۔ وہ بھی اس وقت معلوم ہوا کہ جب طلبہ نے ان کی جانب رجوع کیا اور اسے طلب کیا۔

اس بارے میں امام خمینیؒ کے ایک عزیز کا بیان یوں ہے:

"آیت اللہ العظمیٰ بروجردیؒ کی وفات کے بعد چونکہ آپ حوزہ علمیہ قم کے صف اول کے علماء میں شمار ہوتے تھے۔ لیکن اس کے باوجود وہ مرجع تقلید بننے کے خواہشمند نہیں تھے۔ بلکہ وہ تو قم میں منعقد ہونے والی مجالس اور محفلوں میں بھی شرکت نہیں فرماتے تھے۔ ایک مرتبہ امام خمینیؒ کے قریبی شاگرد کو جو کہ میرا دوست تھا۔ اسے میں نے یہ تجویز پیش کی کہ چلو چل کر ان سے ان کی توضیح المسائل شائع کرنے کی تائید حاصل کر لیں۔ صبح سویرے کا وقت تھا جب ہم امام خمینیؒ کے کمرہ ملاقات میں پہنچے۔ وہ ایک دری پر تشریف فرما تھے۔ میرے دوست نے کہا کہ اس دور میں اب لوگوں کو آپ کی ضرورت ہے۔ اور اس نے محبت میں کچھ ایسے جملے بھی کہے جن سے مبالغے کا پہلو ظاہر ہوتا تھا۔ مجھے اچھی طرح یاد ہے کہ امام خمینیؒ کا چہرہ اس وقت سرخ ہو گیا اور انہوں نے فرمایا: "خیر! ایسی کوئی بات نہیں جو اسلام میرے دم سے وابستہ ہو!"

حد تو یہ ہے کہ کتاب "عروۃ الوثقیٰ" کے حاشئے کو چند طلباء

تقلید پر باقی رہو۔" یہ بڑی اہم بات ہے کہ کچھ لوگ کسی مرجع کی خدمت میں آئیں اور وہ ان کو اس طرح سے جواب دے۔(۱)

جی ہاں! جو خدا کے ساتھ ہے، خدا اس کے ساتھ ہے۔ یہی توجہ ہے کہ ہم نے یہ دیکھا کہ اللہ تبارک وتعالیٰ نے امام خمینیؒ کو ایسی شان و شوکت اور قدرت و عظمت عطا فرمائی جس کی نظیر غیبت کبریٰ کے آغاز سے اب تک کسی اور شیعہ عالم دین میں نہیں ملتی۔

سید ابن طاوسؒ بہت عظیم مجتہد اور مقام مرجعیت کے لئے شائستہ تھے لیکن ان کے بارے میں ہے کہ نہ تو انہوں نے فتویٰ دیا اور نہ ہی مرجع تقلید بنے!

مرزا بزرگ شیرازی کے بارے میں ہمیں یہ ملتا ہے کہ جب شیخ انصاری کا انتقال ہو گیا تو ان کے ممتاز شاگردوں نے مرزا سے مرجعیت کی ذمہ داری سنبھالنے پر بہت اصرار کیا۔ آخر مرزا بزرگ شیرازی کی آنکھوں سے آنسو جاری ہو گئے اور انہوں یہ ذمہ داری قبول کر لی۔ پھر قسم کھا کر کہا: "کبھی مجھے یہ خیال بھی نہیں آیا تھا کہ ایک دن اس عظیم ذمہ داری کا بوجھ میرے کاندھوں پر ہو گا۔"

مرزا بزرگ کے اس مختصر سے جملے پر تمام طالب علموں کو غور کرنا چاہئے اور انہی کی طرح بننا اور سوچنا چاہئے۔

۲۔ شیخ انصاریؒ اور سعید العلماءؒ

صاحب جواہر نے اپنی زندگی کے آخری ایام میں حکم دیا کہ نجف اشرف کے تمام صف اول کے علماء کو جمع کیا جائے۔ تمام علماء صاحب جواہر کی خدمت میں حاضر ہو گئے۔ البتہ شیخ انصاریؒ نہیں آئے۔

(۱) فراز ھائی از ابعاد روحی، اخلاقی و عرفانی امام خمینیؒ صفحہ ۷۲

درس سمجھتے تھے۔ اب مناسب یہی ہے کہ نجف اشرف آکر آپ مرجعیت کے اس عہدے کو سنبھال لیں!

سعید العلماء نے جواب میں لکھا:

آپ کی بات درست ہے لیکن اس عرصے میں آپ علمی مراکز میں درس و تدریس اور علمی مباحثہ میں مصروف رہے ہیں اور میں یہاں لوگوں کے مسئلے مسائل اور دیگر امور کی انجام دہی میں مشغول رہا ہوں لہذا آپ مرجعیت کے اس عہدے کے لئے زیادہ مناسب ہیں!

شیخ انصاری کو سید العلماء کا جواب موصول ہوا۔ اب وہ حضرت علیؑ کے حرم مطہر میں حاضر ہوئے اور امام سے اپنی اس عظیم ذمہ داری کے سلسلے میں مدد طلب فرمائی اور کہا کہ وہ انہیں لغزشوں سے بچائیں۔ (۱)

شیخ انصاریؒ کا گریہ

امیر المومنینؑ حضرت علیؑ کے کے حرم مطہر کے ایک خادم کا بیان ہے:

معمول کے مطابق طلوع فجر سے قبل میں حرم مطہر میں روشنی کے لئے چراغ جلانے پہنچا تو اچانک میں نے وہاں کسی کے رونے کی آواز سنی۔ یہ آواز حضرت علیؑ کے مرقد کی پائینتی سے بلند ہو رہی تھی۔ دلدوز اور جگر سوز نالے جب میرے کانوں میں پڑے تو میں حیران رہ گیا۔ خدایا یہ کس کی آہ و فغاں بلند ہے؟ کون ایسی درد بھری آواز میں گریہ کر رہا ہے؟ عموماً رات کے اس حصے میں زائرین نہیں ہوتے ہیں اور..........

انہی خیالات میں غرق آہستہ آہستہ میں آگے بڑھا تاکہ اصل صورت حال معلوم ہو سکے کہ کیا ہے۔ پھر یکایک میری نظریں شیخ انصاریؒ پر پڑیں میں نے دیکھا وہ ضریح اقدس پر اپنا چہرہ رکھے ہوئے پھوٹ پھوٹ کر اس طرح رو رہے ہیں جس طرح کوئی ماں اپنے جوان بیٹے کی موت پر رویا کرتی

(۱) زندگانی و شخصیت شیخ انصاری صفحہ ۷۳۔۷۴۔ اکلام بحر کلام جلد ا صفحہ ۱۲۷

میں گھر جاکر واپس آوں تو کوئی خاص کام نہیں کر سکتا۔ لہٰذا بہتر ہے کہ آج کچھ پہلے ہی درس گاہ پہنچ کر طلبہ کا انتظار کر لیا جائے۔

وہ درس گاہ پہنچ گئے۔ ابھی تک ان کا کوئی شاگرد نہیں آیا تھا۔ تبھی ان کی نظر مسجد کے ایک کونے میں پڑی جہاں ایک شکستہ حال بزرگ عالم اپنے چند شاگردوں کو درس دے رہا ہے۔ سید حسین ان کا درس سننے لگے۔ انہیں بڑی حیرت ہوئی کہ شکستہ حال عالم بڑے تحقیقی انداز میں درس دے رہا ہے۔ دوسرے دن وہ جان بوجھ کر جلدی آئے اور انہوں نے پھر ان کا درس سنا۔ اب انہیں پختہ یقین ہو گیا کہ یہ بزرگوار بڑا تحقیقی درس دیتے ہیں۔ چنانچہ چند دنوں تک سید حسین نے اسی طرح ان کا درس سنا اور انہیں یقین ہو گیا کہ یہ شخص مجھ سے زیادہ عالم فاضل ہے اور میں خود بھی ان کے درس سے فائدہ حاصل کرتا ہوں تو کیوں نہ میں اپنے شاگردوں سے بھی یہ کہوں کہ وہ میرے بجائے ان کے درس میں حاضر ہو جائیں۔ اس طرح میرے شاگردوں کو بھی زیادہ علمی فائدہ پہنچے گا۔

یہی وہ موقع تھا جب سید حسین کوہ کمری نے خود کو تسلیم وعداوت، ایمان وکفر اور آخرت ودنیا کے درمیان مخیّر پایا۔

پھر دوسرا دن آیا اور شاگرد آہستہ آہستہ اپنے وقت مقرر پر آکر جمع ہو گئے۔ آقائے سید حسین نے اپنے شاگردوں سے کہا: آج میں تمہیں ایک نئی بات بتانا چاہتا ہوں: یہ بزرگ عالم جو اس کونے میں اپنے چند طالب علموں کو درس دیتے ہیں، مجھ سے بہتر تدریس فرماتے ہیں۔ میں خود ان سے استفادہ کرتا ہوں۔ ہم سب مل کر ان کے درس میں شرکت کریں گے!

چنانچہ اسی دن سے اس شکستہ حال بزرگ عالم کہ جن کی آنکھ تھوڑی

طرف کھنچ جاؤں گا۔ میرے لئے تدریس کے علاوہ کوئی اور کام جائز نہیں ہے۔"

اور اس طرح کہہ کر اس نفس پر غلبہ حاصل کر لینے والے عالم نے لوگوں کو مرزا محمد تقی شیرازی کی جانب رجوع کر لینے کی ہدایت فرمائی۔

اعلمیت کا معیار

آیت اللہ سید محمد زنجانی لکھتے ہیں: سید محمد فشارکی کے فرزند کا بیان ہے کہ مرزا شیرازی بزرگ کی وفات کے بعد میرے والد نے مجھ سے مرزا محمد تقی شیرازی (مرزائے کوچک) کو یہ پیغام پہنچایا: "اگر آپ خود کو مجھ سے اعلم سمجھے ہیں تو بتلادیں تاکہ میں اپنے بیوی بچوں کو آپ کی تقلید میں جانے کو کہوں اور اگر آپ مجھے اعلم سمجھتے ہیں تو تقلید کے سلسلے میں اپنے اہل خانہ کو میری جانب رجوع کروایئے۔"

یہ پیغام جب میں نے مرزا محمد تقی کی خدمت میں پہنچایا تو کچھ سوچ کر انہوں نے فرمایا: آپ، جناب عالی (محمد فشارکی) کی خدمت میں عرض کریں کہ خود وہ کیا سمجھتے ہیں؟"

یہ سوال جواب کی صورت میں تھا میں نے اپنے والد تک پہنچایا تو انہوں کہا "جاؤ اور جاکر کہو کہ آپ کے نزدیک اعلمیت کا معیار کیا ہے؟ اگر اعلمیت کا معیار دقیق غور فکر قرار دیا جائے تو آپ اعلم ہیں۔ اور اگر عام لوگوں کی سمجھ کو معیار قرار دیا جائے تو میں اعلم ہوں!"

یہ پیغام میں نے دوبارہ مرزا محمد تقی شیرازی تک پہنچایا تو انہوں نے کچھ سوچ کر جواب دیا: "وہ خود ان دونوں میں سے کس چیز کو معیار اعلمیت قرار دیتے ہیں؟"

مجھ میں قیادت حاصل کرنے کا جذبہ پیدا ہو رہا تھا۔

آقائے فشار کی صبح تک روضۂ علی مرتضیٰؑ میں رہے اور صبح کے وقت جب مرزا شیرازی کی تجہیز و تکفین میں شرکت کے لئے تشریف لائے تو ان کی آنکھوں سے ظاہر ہو رہا تھا کہ رات بھر گریہ کرتے رہے ہیں۔ اور پھر انہوں نے سعی و کوشش کے بعد خود کو قیادت و رہبری سے دور ہی رکھا!

جی ہاں! اللہ کے نیک بندے اس طرح اپنی ذات پر نگاہ رکھتے ہیں اور ہمیشہ خود کو لغزشوں سے بچانے کی چکر میں لگے رہتے ہیں۔ آقائے سید محمد فشار کی درجۂ اجتہاد تک پہنچ چکے تھے اور وہ مرجع تقلید بن سکتے تھے۔ اس سلسلے میں ان کے سامنے کوئی رکاوٹ نہیں تھی لیکن اس کے باوجود انہوں نے اس منصب کو قبول نہیں کیا۔ (۱)

۵۔ مرزا قمی اور سید محمد مجاہد

کہتے ہیں کہ سید محمد مجاہد فرزندِ صاحبِ "ریاض" جب قم المقدسہ پہنچے تو اس زمانے میں محقق قمی کافی عمر رسیدہ ہو چکے تھے۔ ایک رات سید محمد اور دیگر چند علماء کو محقق قمی نے اپنے گھر مہمان بلایا اور ان سے علمی گفتگو شروع کردی۔ اور تمام علماء سے کہا کہ اس شب تمہیں بلا کر علمی گفتگو کرنے کا مقصد یہ ہے کہ تم لوگ اس بڑھاپے میں میری یہ باتیں سن کر یہ فیصلہ کر سکو کہ اب بھی مجھ میں استنباط کی صلاحیت اور ملکہ باقی ہے یا نہیں۔ سید محمد مجاہد نے کہا: اگر ملکۂ استنباط (شرعی دلائل پیش کرنے کی صلاحیت) اسی کا نام ہے جو اس وقت آپ میں موجود ہے تو میرے پاس اور مجھ جیسے دوسرے افراد کے پاس ملکۂ استنباط ہی نہیں پایا جاتا۔

(۱) یادنامۂ شہید قدوسی صفحہ ۲۰۳

"ریاض" کے درس میں حاضر ہوا۔ وہ "نسخ وجوب و عدم بقاء جواز" کے موضوع پر لیکچر دے رہے تھے۔ میں نے ان کی بات کو ایسا درخت جو کٹ چکا ہو اور اس کی فصل گزر چکی ہو لیکن جنس اب بھی باقی ہو کی مثال دے کر رد کیا۔ ابھی میں نے یہ تردید پیش ہی کی تھی کہ اچانک ایک نوجوان جس کی داڑھی بھی نہیں نکلی تھی اور وہ سید علی کے قریب ہی بیٹھا ہوا تھا، مجھ سے بحث کرنے لگا۔ نوجوان کی بات بڑی تحقیقی تھی اور وہ بڑی فصاحت وبلاغت سے کلام کر رہا تھا بس وہ مجھے زیر کرنے ہی والا تھا اور میری سمجھ میں نہیں آرہا تھا کہ کس طرح اس سے اپنی بات کا دفاع کروں۔ چنانچہ میں نے بات کا رخ تبدیل کرتے ہوئے کہہ دیا: بچے! غیر مربوط باتیں کیوں کر رہے ہو؟" اب سید علی نے برہم ہوتے ہوئے مجھ سے فرمایا: "اگر کچھ باتیں (علمی دلائل) تمہارے پاس ہیں تو اصولوں کے مطابق کہو۔ وہ بچہ ضرور ہے لیکن شیر کا بچہ ہے۔"

محمد تقی برغانی قزوینی فرماتے ہیں: میں نے سوال کیا کہ یہ بچہ کون ہے؟ تو مجھے بتایا گیا کہ یہ آقائے سید علی کے فرزند ارجمند سید محمد مہدی ہیں چنانچہ میں خاموش رہا اور کچھ نہ بولا (۱)

۷۔ شیخ محمد ابراہیم کلباسی

شیخ محمد ابراہیم کلباسی خراسانی (اصفہانی) کے بارے میں لکھا ہے کہ وہ اپنے فتوؤں کی کتاب نہیں لکھنا چاہتے تھے لیکن جب مرزائے قمی نے ان کو حکم دیا کہ رسالۂ عملیہ لکھو اور اپنے مسئلے بیان کرو تو انھوں نے جواب میں کہا: "میرا جسم آتش جہنم برداشت نہیں کر سکتا!" جب مرزا قمی کا اصرار بڑھا تو

(۱) قصص العلماء صفحہ ۱۹۔ ۴۲۰، نجوم السماء ۴۰۷۔ ۴۰۸

تھی اور کوئی کہنے والا دکھائی نہیں دیتا تھا۔ یہ آوازیں میں نے بہت مرتبہ سنی اور پچھلے دنوں تک یہ آوازیں مجھے سنائی دیتی تھیں۔ لیکن جب سے میں اس مرجعیت اور رہبری کے عہدے پر فائز ہوا ہوں۔ غیبی الہام سے رابطہ منقطع ہو گیا۔

آقائے قدوسی مزید لکھتے ہیں کہ آقائے بروجردیؒ کی مرجعیت ورہبری ۱۰۰ فیصد صحیح ہے لیکن اس کے باوجود اس قسم کی رکاوٹ اور قطع رابطہ کا سامنا جب انہیں پیش آگیا تو دوسروں کا کیا حال ہوگا!"(۱)

محدث قمی اور نماز جماعت

اپنے دور کے ایک جلیل القدر عالم دین کا بیان ہے :

جس زمانے میں میں مقدمات (دینی مرکز کی ابتدائی تعلیم) کی تحصیل میں مصروف تھا۔ اس وقت میرے والد ماجد اکثر وبیشتر محدث قمی کا تذکرہ بڑے احترام سے فرمایا کرتے تھے۔ چنانچہ جب مجھے ان کی خدمت میں حاضر ہو کر علم دین حاصل کرنے کا موقع ملا تو میں نے اسے بہت غنیمت جانا۔ اس عالم بذرگوار کی خدمت میں چند سال رہا اور میں نے قریب سے ان کا علم و عمل اور زہد و تقویٰ دیکھا۔ چنانچہ اس دوران روز بروز میں ان کا اور زیادہ معتقد ہوتا چلا گیا۔

ایک مرتبہ ماہ رمضان میں ان کے چند دوستوں کے ساتھ مل کر ہم نے آقائے محدث قمیؒ سے خواہش کی کہ اپنے عقیدت مندوں کے لئے مسجد گوہر شاہ میں نماز جماعت کی امامت فرما کر احسان کریں آخر بڑی منت سماجت کے بعد وہ مسجد گوہر شاہ کے ایک ہال میں ظہرین کی امامت فرمانے لگے۔

(۱) یادنامۂ شہید قدوسی صفحہ ۲۰۷

یہ بھی بیان کر دینا انتہائی اہم اور قابل غور ہے کہ محدث قمی جب نجف اشرف میں شب جمعہ سورہ یٰس کی تلاوت میں مشغول ہوتے تھے اور آیت نمبر ۶۳ ھٰذَا جَھَنَّمُ الَّتِیْ کُنْتُمْ تُوْعَدُوْنَ (یعنی : یہی وہ جہنم ہے جس کا تم سے وعدہ کیا گیا تھا) تک پہنچتے تو اس آیت کو متعدد مرتبہ دوہراتے اور کہتے جاتے اَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ النَّارِ (یعنی : میں آتش جہنم سے خدا کی پناہ چاہتا ہوں) یہاں تک کہ آپ کی حالت متغیر ہو جاتی ! سورہ کا باقی حصہ رہ جاتا اور صبح کی اذان ہو جاتی اور آپ نماز صبح پڑھنے میں لگ جاتے۔(۱)

جی ہاں ! سوچنے کی بات یہ ہے کہ ایسے متقی پرہیز گار اور خدا پر پختہ یقین رکھنے کے باوجود وہ اپنے آپ کو امام جماعت کا اہل نہیں سمجھتے تھے۔ یہاں تک کہ ظہر کی نماز کے بعد نماز عصر کی امامت سے خود کو روک لیا اور چلے گئے ! ایسے ہوتے ہیں مخلص انسان ، ایسے ہوتے ہیں اپنے نفس پر مکمل قابو رکھنے والے اور اپنی نفسانی خواہشات کو مار ڈالنے والے۔ آخر میں ایک جملے میں بات کو سمیٹ کر یوں کہا جائے کہ عالم ربانی اور خدا ترس ایسے ہوا کرتے تھے ہم ان کے سامنے کیا ہیں ؟ وہ عالم دین اور روحانی تھے یا ہم جیسے ــــــــ ؟

۲۔ الحاج مرزا علی شیرازی اصفہانی

استاد مطہری شہید مرزا علی شیرازی اصفہانی کی عظمت و بزرگی یوں تحریر فرماتے ہیں " وہ جب بھی قم تشریف لاتے ، قم کے صف اول کے علماء اصرار کر کے ان سے وعظ و نصیحت سنتے۔ وہ بالائے منبر تشریف لے جاتے ابھی آپ کی گفتگو شروع نہیں ہوئی کہ حال پر طاری صورت

(۱) حاج شیخ عباس قمی مرد تقویٰ و فضیلت صفحہ ۲۸ اور صفحہ ۶۱، ۶۲

بلندی کے بجائے شہرت طلبی کی گہری کھائی میں گر کر ناکارہ نہ ہو جائے دنیاوی اور مادی تعلقات استوار کرنے میں الجھ کر نہ رہ جائیں۔(۱)

۴۔ آقائے عبدالحسین

وحید بہبہانی کے سب سے چھوٹے بیٹے آقائے عبدالحسین ہیں۔ ان کے بارے میں لکھا ہے کہ وہ کربلائے معلیٰ میں متولد ہوئے۔ ابتدائی تعلیم و تربیت اپنے والد سے حاصل کی اور اپنے والد ماجد ہی کی زندگی میں لوگ ان سے فتویٰ دریافت کرنے لگے۔ خود وحید بہبہانی نے انہیں اپنی جانب سے صاف طور پر فتویٰ دینے کی اجازت مرحمت فرمائی تھی اور لوگوں کو ان کی جانب رجوع کرنے کا حکم دیا تھا۔ جب ان کے والد ماجد کا انتقال ہو گیا تو علماء اور مومنین نے ان سے خواہش کی کہ وہ اپنے والد کی جگہ نماز جماعت قائم فرمائیں۔ جب اسرار زیادہ بڑھا تو انہوں نے نماز جماعت قائم کی۔ لوگ بھی کثرت سے نماز جماعت میں شریک ہوئے۔ لیکن دو ہی مہینے بعد انہوں نے نماز جماعت کی امامت کا یہ سلسلہ موقوف کر دیا اور فرمایا: "نماز جمعہ کی امامت، انتہائی بلند مقام ہے، اسے برداشت کرنا میرے لئے بہت مشکل مقام ہے۔"

اندازہ کیجئے اتنے زاہد و عابد اور متقی و پرہیز گار ہونے کے باوجود آقائے عبدالحسین نے نماز جمعہ کی امامت کے معاملے میں کنارہ کشی اختیار کر لی!(۲)

۵۔ آخوند ملا عبداللہ شوشتری

ایک مرتبہ آخوند ملا عبداللہ شوشتری، شیخ بہائی سے ملنے گئے۔ کچھ دیر ہی توقف کیا تھا کہ اذان کی آواز آنے لگی۔ شیخ بہائی نے ملا عبداللہ سے کہا:

(۱) کتاب وحید بہبہانی، صفحہ ۱۲۱ (۲) کتاب وحید بہبہانی، صفحہ ۲۶۹

پڑھنے لگیں تو میں بھی آکر ان کے پیچھے باجماعت نماز پڑھ لوں۔ کیونکہ میرا خیال یہ تھا کہ اگر میں کمرے میں رہوں گا تو نماز جماعت کی امامت نہیں فرمائیں گے۔ لیکن تقریباً پندرہ منٹ بعد علامہ کے ساتھی نے مجھے آواز دی۔ جب میں آیا تو اس نے مجھے بتایا کہ علامہ طباطبائی اسی طرح تمہارے انتظار میں ہیں تاکہ تم آؤ اور نماز پڑھو۔ (یعنی تمہاری امامت میں نماز پڑھی جائے)۔

علامہ طباطبائی کے شاگرد کہتے ہیں کہ میں نے کہا میں اقتدا کروں گا۔ انہوں نے جواب دیا نہیں اقتدا کرنے والے ہم ہیں! شاگرد علامہ نے کہا: میں آپ سے استدعا کرتا ہوں کہ آپ اپنی نماز پڑھیے! انہوں نے فرمایا: "ہم بھی آپ (یعنی شاگرد علامہ) سے یہی استدعا کر رہے ہیں!" علامہ کے شاگرد نے کہا:

"چالیس سال سے اپنے دل میں یہ خواہش رکھتا ہوں کہ ایک نماز آپ کی امامت میں ادا کروں۔ لیکن اب تک یہ سعادت مجھے حاصل نہ ہو سکی! آج میری یہ خواہش پوری کر دیجیے!"

میرے اس تقاضے پر انہوں نے بڑے پرکشش انداز میں مسکرا کر فرمایا: "ان چالیس سالوں میں ایک سال کا اور اضافہ سہی!" سچ تو یہ ہے کہ مجھ میں اتنی طاقت نہیں پائی جاتی تھی کہ میں ان سے آگے کھڑے ہو کر نماز پڑھوں اور وہ بزرگوار میری اقتدا کریں۔ مجھ سے شرمندگی اور خجالت کے آثار ظاہر ہو رہے تھے۔ لیکن یہ دیکھ کر کہ علامہ اپنی جگہ پر ہی بیٹھے ہوئے ہیں اور کسی بھی طرح کچھ سننے کو تیار نہیں ہیں اور پھر ان بزرگوار کے ہوتے ہوئے میں نے یہ مناسب نہیں سمجھا کہ ان کی مخالفت کروں اور دوسرے کمرے میں جا کر فرادی اپنی نماز پڑھ لوں، ان سے عرض کیا: "میں آپ کا خادم اور

۸۔ شریف العلماء

شریف العلماء شیخ اعظم انصاری کے استاد ہیں۔ وہ نماز جماعت کی امامت نہیں فرماتے تھے۔ البتہ ایک مرتبہ لوگوں کے بہت اصرار پر وہ مسجد میں نماز جماعت کی امامت کرتے ہوئے نماز ادا کرنے لگے لیکن دوران نماز وہ ایک مسئلے کے حل کی جانب متوجہ ہو گئے۔ چنانچہ محض اس وجہ سے انہوں نے خود کو نماز جماعت کی امامت کا اہل نہیں سمجھا اور امامت جماعت کو جاری نہیں رکھا۔

۹۔ آیت اللہ سید صدر الدین صدر

آیت اللہ سید صدر الدین صدر جناب امام موسیٰ صدر کے والد ماجد ہیں۔ آیت اللہ حائری کے بعد اور آیت اللہ بروجردی سے قبل کے دور میں ان کا شمار قم کے تین ایسے مراجع تقلید میں ہوتا تھا جو قم کے علمی مرکز کی سرپرستی کرنے والے تھے۔

جب آیت اللہ بروجردی قم تشریف لے آئے تو سید صدر الدین نے اپنی جگہ انہیں نماز جماعت قائم کرنے کے لئے منتخب کیا اور خود ملت کی رہبری و مرجعیت سے کافی حد تک کنارہ کشی اختیار کر لی۔ اپنے اس کام کی حکمت کو انہوں نے اس آیۂ شریفہ کے ذریعے بیان فرمایا:

تِلْکَ الدَّارُ الْاٰخِرَۃُ نَجْعَلُھَا لِلَّذِیْنَ لَایُرِیْدُوْنَ عُلُوًّا فِی الْاَرْضِ وَلَا فَسَاداً وَالْعَاقِبَۃُ لِلْمُتَّقِیْنَ

"یہ آخرت کا گھر تو ہم ان لوگوں کے لئے خاص کر دیں گے جو زمین

(۱) قصص العلماء ۱۱۵

وہاں علماء حضرات سے مقابلہ کرو اور امام جماعت بن جاؤ۔ پھر لوگ تمہارے پیچھے نمازیں پڑھیں اور تمہارے ہاتھوں کو بوسہ دیں اور اس طرح تم ان لوگوں سے تعلقات بنا کر سہم امام کی رقم حاصل کرلو، تو ابھی بھی زیادہ دیر نہیں ہوئی ہے ابھی تمہاری ذمہ داریاں اتنی سنگین نہیں ہوئی ہیں۔ جاؤ اور جا کر حلال کمائی کا ذریعہ تلاش کرلو اور دنیا و آخرت دونوں کے خسارے میں مت پڑو۔(۱)

علامہ طباطبائی اور خلوص نیت

استاد علامہ طباطبائی کی ایک خصوصیت ان کا اخلاص ہے۔وہ مکمل طور پر خلوص نیت سے ہر کام خدا کے لئے انجام دیا کرتے تھے، ان کے عالی مرتبت شاگردان خود اس امر کے گواہ ہیں۔ان کے ایک شاگرد نے اس بارے میں یوں لکھا ہے:

"تیسری بات اخلاقی اور معنوی اعتبار سے ابتدائی دو باتوں سے زیادہ اہمیت کی حامل ہے۔ اور وہ یہ کہ استاد اپنی ذاتی بڑائی کے لئے علم و دانش کا اظہار کبھی بھی نہیں فرماتے تھے اور ان کا ہر عمل صرف خوشنودی پروردگار کے لئے ہوا کرتا تھا۔ ہم ان سے کافی قربت رکھتے تھے لیکن ایک مرتبہ بھی کبھی ایسا اتفاق نہیں ہوا کہ انہوں نے کوئی بات اپنی علمی قابلیت ظاہر کرنے کے لئے بیان کی ہو یا کسی قسم کے سوال سے پہلے ہی انہوں نے اپنی جانب سے کچھ بیان کیا ہو۔

اگر کبھی کوئی شخص ایک سال تک بھی ان کے ساتھ سفر پر ہوتا اور ان کے علمی مراتب سے آگاہ نہیں ہوا تو اس پر یہ ظاہر نہیں ہوتا کہ یہ قرآن کی

(۱) یادنامۂ شہید قدوسی صفحہ ۱۴۰

ہوتی ہے۔(۱)

کتاب "الذریعۃ" کے مصنف کا اخلاص

کتاب "الذرعۃ" کے مصنف آقائے شیخ بزرگ تہرانی کو جب کتاب "الغدیر" کی عظمت کے بارے میں علم ہوا تو انہوں نے علامہ امینی کے لئے دعا کی کہ خداوند عالم ان کی بقیہ عمر صاحب کتاب "الغدیر" کو عطا فرمادے تاکہ وہ اس کتاب کو پایہ تکمیل تک پہنچا سکیں۔ ۲ رمضان ۱۳۷۱ھ ہجری میں علامہ امینی کی کتاب کے بارے میں جو اظہار خیال انہوں نے فرمایا ہے اس کے الفاظ یہ ہیں: میں اس بیش قیمت کتاب کی تعریف کرنے سے قاصر ہوں۔ کتاب الغدیر کا مقام اس سے بڑھ کر ہے کہ اس کی تعریف و توصیف کی جائے۔ میں تو صرف اتنا کر سکتا ہوں کہ اس کتاب کے مولف کی طولانی عمر اور اس کتاب کے پایہ تکمیل تک پہنچنے کی اللہ تعالیٰ کے حضور دعا کروں۔ میں خلوص دل کے ساتھ خداوند متعال سے چاہتا ہوں کہ وہ میری بقیہ عمر انہیں عطا فرمادے اور ان کی تمام تمنائیں پوری ہوں۔(۲)

مرجع تقلید کی سادہ زندگی

حاجی ملا ہادی سبزواری مرجع تقلید تھے۔ ایسا عظیم منصب رکھنے کی وجہ سے ان کے پاس ہر طرح کی سہولتیں اور آسائشیں مہیا ہوسکتی تھیں لیکن انہوں نے اس قسم کی کسی برتری کو اپنے لئے پسند نہیں فرمایا۔ نہ تو انہوں نے پیش نمازی کی اور نہ ہی بطور معزز مہمان کہیں تشریف لے گئے۔ وہ شہر کے

(۱) اور (۲) بیدار گران اقالیم قبلہ صفحہ ۲۱۱۔۲۱۲ (۲) "میر حامد حسین" صفحہ ۱۴۵

درحقیقت صاحب "حدائق" نے سب کچھ مذہب کے اصول وضوابط کو رائج کرنے کے لئے برداشت کیا۔

مرحوم مامقانی اس واقعہ کو نقل کرنے کے بعد لکھتے ہیں:

"ایسے عظیم الشان شخص (صاحب "حدائق") کی سیرت پر نگاہ کرو اللہ کی رحمت تمہارے شامل حال ہو گی۔ کس طرح سے انہوں نے اپنے نفس کو زینت دے رکھی تھی اور اسے خواہشات نفسانی کی پلید گیون سے پاک رکھا تھا۔ ایسے ہی افراد پر نائب امام زمانہؑ کا اطلاق ہوتا ہے۔"

سچ ہے! وہ تھے خوف خدا رکھنے والے عالم دین اور مجتہد ایسے ہی لوگوں کو مجتہد اور عالم دین کہنا چاہئے نہ ایسے افراد کو جو حافظ کے اس شعر کے مصداق قرار پاتے ہوں کہ:

ریا حلال شمارند و جام بادہ حرام
زھی طریقت و ملت زہی شریعت و کیش

یعنی: ریاکاری کرنا جائز اور حلال سمجھتے ہیں (اور اس کی مستی میں پڑے رہتے ہیں) لیکن شراب نوشی (کی مستی) کو حرام قرار دیتے ہیں۔

یہ کیسا دستور ہے اور یہ کیسی ملت ہے (جو اس پر عمل کرتی ہے) بھلا یہ بھی کوئی شریعت ہے! اور یہ بھی کوئی دین ہے!

اخلاص محدث قمیؒ

جس زمانے میں محدث شیخ عباس قمی مشہد مقدس میں رہا کرتے تھے تو وہاں ایک سال ماہ مبارک رمضان میں "مسجد گوہر شاہ" میں ان کی تقریر کا پروگرام رکھا گیا۔ آخوند عباس تربتی کا شمار بڑے جلیل القدر متقی علماء میں

پڑھ کر سنا رہے ہیں تم ہمارے لئے سناتے!"

بیٹے! میں نے کئی بار ان سے یہ کہنے کی کوشش کی کہ یہ کتاب میں نے ہی تالیف کی ہے۔ لیکن ہر مرتبہ خاموش ہی رہا اور کچھ زبان پر نہ لاسکا۔ صرف اتنا کہا آپ دعا کیجئے کہ خدا مجھے بھی توفیق عطا فرمائے۔"(۱)

حضرت علی علیہ السلام فرماتے ہیں:

اَلدُّنیَا کُلُّهَا جَهلٌ، اِلّا مَوَاضِعَ العِلمِ وَالعِلمُ کُلّه، حُجَّةٌ، اِلّا مَا عُمِلَ بِه

مقامات علم کے علاوہ ساری دنیا جہل سے بھری ہے۔

'سوائے اس علم کہ جس پر انسان عمل کر کے باقی سارا علم بجز اللہ کی جانب اس کے خلاف حجت اور دلیل ہے۔"

وَ الاِخلَاصُ عَلٰی خَطَرٍ حَتّٰی یَنظُرَ العَبدُ بِمَا یُختَمُ لَه، (۲)

"اور جب تک انسان کی زندگی کا اختتام (بخیر) نہ دیکھ لیا جائے خلوص نیت (قصد قربت الہٰی) کو خطرہ لاحق رہتا ہے!"

آخر میں اسی بات کو مکمل کرتے ہوئے سورہ کہف کی یہ آیت بیان کی جارہی ہے:

فَمَن کَانَ یَرجُولَقَاءَ رَبِّه، فَلیَعمَل عَمَلاً صَالِحاً وَ لاَ یُشرِک بِعِبَادَةِ رَبِّه اَحَداً (۱)

"تو جو شخص امید رکھتا ہو کہ اپنے پروردگار کے سامنے حاضر ہوگا تو اسے اچھے کام کرنے چاہئیں اور اپنے پروردگار کی عبادت میں کسی کو شریک نہیں کرنا چاہئے!"

(۱) حاج شیخ عباس قمی، مرد تقویٰ و فضیلت صفحہ ۴۸۔۴۹ (۲) بحار الانوار جلد ۷۰ صفحہ ۲۴۲
(۲) سورۂ کہف: آیت ۱۱۰

باب۔ ۵

عبادت اور بندگی

وَمَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْاِنْسَ اِلَّا لِیَعْبُدُوْنِ

یعنی : " میں نے جنوں اور انسانوں کو اسی لئے پیدا کیا تا کہ وہ میری عبادت کریں۔ "

(سورہ ذاریات ۵۱ : آیت ۵۶)

والے، بے عمل عالم کی بدبو سے اذیت محسوس کریں گے!

"وإنَّ اَشدَّ اَفصلَ اَلنّار ندامَۃً وحسرَۃً رَجُل" دَعا عَبدًا الٰی اللهِ فَاستَجابَ لَه' وَقبلَ مِنه' فَاطاع اللهَ فادُ خُلَه' الله' الْجنَّۃَ وَاَدخلَ الاداعیَ النَّارُ بترکِہٖ علمَه' وَاتِباعَ الْھوٰی وَطُولَ الاَمَلِ -----"(۱)

اور بلاشبہ جہنمیوں میں سب سے زیادہ حسرت و ندامت اس شخص کو ہوگی جس نے کسی بندے کو اللہ کی طرف دعوت دی ہوگی اور اس نے اس دعوت کو قبول کر کے اطاعت خدا کی ہوگی، چنانچہ اسے تو اللہ تعالیٰ داخل بہشت کر دے گا (مگر) اس دعوت دینے والے کو بے عمل ہونے، خواہشات نفسانی کی پیروی کرنے اور طولانی آرزوؤں کے باعث آتش جہنم میں ڈال دے گا!"

اسلامی عبادات کی اہمیت اور ان کے ذریعے روح کی تعمیر و ترقی کی بارے میں ایک بڑے فلسفی شیخ اشراق فرماتے ہیں:

روح کو درجہ کمال تک پہنچانے کا طریقہ، باقاعدگی سے عبادات کو جاری رکھنا، جبکہ لوگ سو رہے ہوں قرآن اور نماز شب پڑھنا، اور روزہ رکھ کر سحر کے وقت افطار کرنا ہے۔ (مقصد یہ ہے کہ مغرب کے وقت جب روزہ افطار کرے تو زیادہ نہ کھائے کیونکہ بعد کے جملے میں اس کی وجہ عبادت و ریاضت میں خضوع و خشوع بیان کی گئی ہے) تاکہ اس طرح رات میں عبادت اور تلاوت قرآن، ذوق و شوق اور روح کی گہرائی کے ساتھ انجام پا سکے------"

ہم یہاں پر بعض ایسے درخشاں چہرے رکھنے والے علماء کے بارے میں لکھ رہے ہیں جو فرائض اور مستحبات کو بے انتہا اہمیت دیا کرتے تھے۔

(۱) اصول کافی جلد ۱ صفحہ ۵۵

رہتے اور صبح کی نماز سے فارغ ہونے کے بعد تھوڑا سا آرام کرتے اور پھر صبح جلد ہی اپنے کاموں کے لئے آمادہ ہو جاتے۔" (۱)

نشریاتی اداروں سے آقائے خمینیؒ کے فرزند کا یہ بیان بھی نشر ہوا ہے کہ:

وہ پہلا دن تھا جبکہ شاہ ایران سے نکالا گیا تھا۔ ہم اس وقت "نوفل لوشاتو" نامی مقام پر تھے۔ تقریباً تین سو سے چار سو تک نامہ نگار آقائے خمینیؒ کی قیام گاہ پر آئے ہوئے تھے۔ اسٹیج تیار ہوا اور امام خمینیؒ اس پر کھڑے ہو گئے۔ چاروں طرف کیمرے حرکت میں تھے اور طے یہ پایا تھا کہ جہاں تک ممکن ہو تمام نامہ نگار ایک ایک سوال کرلیں اور اس طرح امام خمینیؒ سے انٹرویو مکمل کیا جائے۔ ابھی دو یا تین ہی سوال ہوا تھا کہ ظہر کی اذان شروع ہوئی۔ امام خمینیؒ فوراً وہاں سے یہ کہتے ہوئے اٹھ کھڑے ہوئے کہ ظہر کی فضیلت کا وقت گزر رہا ہے۔ سب لوگ ان کے اس طرح اسٹیج سے اٹھ کر جانے پر حیران ہو گئے۔ کسی نے ان سے خواہش کی کہ کم از کم چند منٹ اور ٹھہر جائیں تاکہ چار پانچ سوال اور ہو جائیں۔ امام خمینیؒ نے اس پر برہمی کا اظہار کرتے ہوئے فرمایا: ایسا ہرگز نہیں ہو سکتا! پھر وہ نماز کے لئے تشریف لے گئے۔

مرزا محمد حسن شیرازی

مرزا محمد حسن شیرازی ایک جلیل القدر اور بہادر مرجع تقلید ہیں۔ یہ وہی ہیں کے جنھوں نے مغربی ممالک اور ان کے آلہ کار ایجنٹوں کا ڈٹ کر مقابلہ کیا ہے اور ان کے خونی پنجوں سے ملت ایران کے لئے رہائی کا سامان فراہم کیا ہے۔ اور وہی مشہور و معروف مجتہد ہیں جنھوں نے تمباکو نوشی کے حرام ہونے

(۱) فرازھایی از ابعاد روحی، اخلاقی و عرفانی امام خمینیؒ) ۷۰

امام علی نقیؑ اور امام حسن عسکریؑ کے روضۂ اقدس (عسکریین) میں جاکر سوئے تاکہ ایک ہندوستانی تاجر سے گم ہو جانے والی چیز کے مسئلے کو کشف (یوں ہی کسی امر کو معنوی قوت سے دریافت کرلینا) کرلیں۔"(۲)

حجۃ الاسلام سید محمد باقر شفتی

مرزا محمد تنکابنی بیان فرماتے ہیں: جب نجف اشرف پہنچا تو ابتدا میں نماز مغربین کے لئے مسجد "شیخ طوسی" جایا کرتا تھا وہاں کتاب "جواہر" کے مولف نماز جماعت کی امامت فرمایا کرتے تھے۔ البتہ صبح کی نماز حجۃ الاسلام سید محمد باقر شفتی کے پیچھے ادا کیا کرتا تھا۔ گو جہاں وہ نماز پڑھاتے تھے ان کی مسجد میرے گھر سے دور پڑتی تھی لیکن پھر بھی میں وہاں جاکر ان کے قریب ہی جماعت میں شامل ہوتا تھا۔ جب تکبیرۃ الاحرام کہتے تو اللہ اکبر کی ادائیگی میں "اللہ کو کھینچ کر (مد سے) چنانچہ میں نے ان کے شاگردوں سے دریافت کیا کہ یہاں مد سے قرات کرنے کا مقام تو نہیں ہے، پھر آقائے سید مد سے کیوں پڑھتے ہیں؟

انہوں نے جواب دیا: ہم نے بھی یہی سوال آقائے سید سے کیا تھا۔ انہوں نے ہمیں بتایا کہ جب "اللہ اکبر" کہتا ہوں تو مجھ پر ایسی حالت طاری ہو جاتی ہے گویا میں اللہ سے محو گفتگو ہوں۔ چنانچہ میرا یہ مد دینا اختیاری نہیں ہوتا!

سید محمد باقر شفتی نماز کو اس طرح خضوع و خشوع سے اور رقت کی حالت میں ادا فرماتے تھے۔ ان کی آواز جس شخص تک پہنچتی تھی اس پر یہ واضح ہو جاتا تھا کہ وہ دل کی گہرائیوں سے نماز کے الفاظ ادا کررہے ہیں۔ مستحب

(۱) میرزای شیرازی صفحہ ۱۴۴

ہے کہ تمہاری ایک نماز بھی بغیر جماعت کے نہیں ہونی چاہیئے(۲)

شیخ انصاری کا طریقہ

منزل بلوغت پر پہنچنے کے بعد سے آخر عمر تک شیخ انصاری کا طریقہ یہ تھا کہ وہ روزانہ کی واجب اور نفل نمازیں بجالانے اور یومیہ دعائیں اور تعقیبات پڑھنے کے ساتھ ساتھ ایک پارہ قرآن مجید، نماز جعفر طیار، زیارت جامعہ اور زیارت عاشورہ بھی ہر روز باقاعدگی سے پڑھا کرتے تھے۔(۱)

حاجی مرزا حسین خلیلی

حاجی مرزا حسین خلیلی کے بارے میں بیان کیا جاتا ہے: وہ خوش اخلاق ملنسار، منکسر مزاج اور سخی تھے۔ خدوخال اور چہرے مہرے کے اعتبار سے بھی پیارے لگتے تھے۔ وہ بری پر لطف باتیں کیا کرتے تھے جو کوئی بھی ان سے ملنے جاتا خوش ہو جاتا لیکن ساتھ ہی ساتھ وہ متین اور پروقار بھی تھے۔ مسجد کوفہ اور مسجد سہلہ میں بجالائے جانے والے اعمال کے سلسلے میں وہ کبھی کوتاہی نہیں کرتے تھے اور باقاعدگی سے فجر اور طلوع آفتاب کے درمیان زیارت عاشورہ پڑھا کرتے تھے۔ اور زیادہ تر نجف اشرف سے کربلائے معلیٰ تک پیدل زیارت کرنے جایا کرتے تھے۔

حافظ قرآن جعفر انصاری

حافظِ قرآن مرزا محمد جعفر انصاری، شیخ مرتضیٰ انصاری کے خاندان سے تعلق رکھنے والے ایران کے صوبے "خوزستان" کے مشہور و معروف مراجع تقلید میں سے ایک ہیں۔ ان کے بارے میں لکھا ہے: وہ سن بلوغت میں

(۲) فوائد الرضوی صفحہ ۱۱ (۳) زندگانی و شخصیت شیخ انصاری صفحہ ۹۰

حضرت امام علی رضاؑ کے روضے کی زیارت کے لئے "مشہد" روانہ ہو جاتے تھے۔ راتوں کو آٹھویں امامؑ کے روضہ اقدس پر حاضر ہوتے اور امامؑ کے مرقد کے سرہانے بیٹھ کر بڑے خضوع و خشوع کی حالت میں زیارت اور دعائیں پڑھتے تھے۔(۱)

شیخ آقائے بزرگ تہرانی

شیخ آقائے بزرگ تہرانی ایک گہرا مطالعہ کرنے والے، عالی ہمت اور مسلسل جدوجہد کرنے والے عالم دین ہیں۔ ان کے بارے میں ہم پڑھتے ہیں۔

"شیخ بزرگ تہرانی مسلسل علمی تحقیق اور جستجو کے ساتھ عبادت و ریاضت سے کبھی غافل نہیں ہوئے۔ وہ ہمیشہ تربیت نفس اور تقویت روح کے سلسلے میں ہوشیار رہتے تھے۔ نجف اشرف سے مسجد "سہلہ" تقریباً دس کلومیٹر کے فاصلے پر ہے۔ وہ ہر بدھ کی رات کو وہاں تک پیدل جاتے۔ وہاں جاکر نماز، دعا اور دوسرے اعمال بجالاتے تھے اور ان عبادتوں کا سلسلہ ان کی عمر اسی سال کی ہو جانے کے بعد بھی کچھ عرصے تک جاری رہا!

امام جماعت بھی تھے۔ ۱۳۷۶ھ ہجری تک نجف اشرف کی مسجد "شیخ طوسی" میں نماز جماعت کی امام فرماتے رہے۔ پھر چونکہ اسی سال کربلا جاتے ہوئے ان کا ایکسیڈنٹ ہو گیا اور وہ زخمی ہو گئے جس کی وجہ وہ اب اپنے گھر کے قریب ہی "مسجد آلِ طریحی" میں نماز جماعت کا قیام فرمانے لگے۔ اپنی موت سے چند سال پہلے تک انہوں نے نماز جماعت کی امامت ترک نہیں فرمائی تھی۔(۲)

(۱) یادنامۂ علامہ طباطبائی صفحہ ۱۳۱

(۲) شیخ آقا بزرگ صفحہ ۸-۷

تھے۔ وہ بڑے عابد وزاہد اور شریعت محمدی (ص) کے سچے پیروکار تھے۔ ان کا دل اہل بیت نبوت (ص) سے سرشار تھا۔ ان کی عبادات اور اسلامی آداب اور تعلیمات کی باقاعدگی سے پیروی دیکھ کر اگر یہ کہا جائے تو بیجا نہ ہوگا کہ وہ اپنے زمانے کے سلمان اور ابوذر تھے۔

وہ اپنی زندگی میں کبھی کسی دنیاوی رئیس یا حاکم سے تعلقات بنانے کے لئے نہیں گئے اور کسی بھی لمحے حق وحقیقت کا ساتھ نہیں چھوڑا۔ وہ اس بات کے قائل ہی نہ تھے کہ علم کو بادشاہوں اور حکمرانوں سے قربت حاصل کرنے کا ذریعہ قرار دیں۔ انہوں نے علم و عمل دونوں کو ایک دوسرے کے ساتھ اپنے عمل کے ذریعہ یکجا کر دکھایا تھا۔ ان کی فکر اور ان کا نظریہ درجہ کمال تک پہنچا ہوا ہوتا تھا۔ وہ عبادتوں اور روح کی پاکیزگی کے سلسلے میں غرق ہو جاتے تھے اور بلاشبہ وہ راہ عرفان وطریقت کے ایک ایسے عظیم سالک تھے جو کشف اور یقین کی منزل پر فائز ہو چکے تھے۔(۱)

جلیل القدر عالم مرزا سلمان تنکابنی

مشہور فلسفی آخوند ملا علی نوری کے شاگرد اور صاحب ”قصص العلماء“ کے والد محترم مرزا سلیمان تنکابنی ہیں۔ صاحب قصص العلماء اپنے والد ماجد کے بارے میں رقم طراز ہیں۔

”میرے والد ہمیشہ اول وقت فضیلت میں نماز پڑھا کرتے تھے اور نافلہ نمازیں بھی بجالاتے تھے۔ روزانہ ایک پارہ قرآن مجید کی تلاوت فرماتے تھے اور صبح کے وقت بلاناغہ سورۂ یٰسین کی تلاوت اور سو مرتبہ لا الہ الا اللہ الملک الحق المبین“ کاورد کیا کرتے تھے۔ سورہ واقع، نماز عشاء کی نفل نماز کے

(۱) اللمعۃ الالہیہ والکلمات الوجیزہ صفحہ ۳۷

ہیں اور بحر العلوم اور صاحب کتاب "ریاض" کے شاگردوں میں سے ہیں۔

اجازت اور ہدایت

علامہ مجلسی اول نے جب اپنے فرزند کو اجازت نامہ عطا فرمایا تو انہیں روزانہ ایک پارہ قرآن مجید کا مطالعہ اور حضرت علیؑ نے اپنے فرزند امام حسنؑ کو جو خط لکھا ہے اس میں غور فکر کرنے کی ہدایت فرمائی اور ساتھ ہی ساتھ ان پر عمل پیرا ہونے کی سفارش بھی کی۔ یہ واضح رہے کہ علامہ مجلسی اول کے فرزند علامہ محمد باقر مجلسی ہیں اور وہ "بحار الانوار" ایسی کتاب کے مولف ہیں۔

کتاب "ریاض" کے مولف

کتاب ریاض کے مولف آقائے سید علی بہت زیادہ محنتی اور ریاضت کرنے والے تھے۔ ان کے بارے میں مشہور ہے کہ انہوں نے خدا کی بارگاہ میں گریا وزاری اور دعا ومناجات کے ذریعے علم حاصل کیا ہے۔ کیونکہ بظاہر انہوں اتنی مدت تک تعلیم حاصل نہیں کی تھی جتنی علمی بلندیوں پر وہ فائز تھے ان کے بارے میں بیان کیا جاتا ہے کہ وہ ہر شب جمعہ مصروف عبادت رہا کرتے تھے یہاں تک کہ صبح ہو جاتی تھی۔(۱)

آیت اللہ نجفی قوچانی

آیت اللہ نجفی قوچانی کا قلب ایمان سے مالا مال تھا۔ وہ اپنی طالب علمی کے زمانے کا تذکرہ یوں فرماتے ہیں: "اس زمانے میں اصفہان میں ہوا کرتا تھا۔ اصفہان میں علم حاصل کرتے ہوئے وہاں میرا تیسرا ہی سال تھا۔۔۔۔۔ میں استاد آخوند کاشی کے پاس "منظومہ سبزواری" پڑھتا تھا۔ وہ ہمیں عرفان

(۱) وحید بہبھانی صفحہ ۱۹۲

اللہ تعالیٰ کے عبدی احکام کے بارے میں بڑے اعلیٰ درجے پر فائز تھے۔ وہ کثرت سے تلاوت قرآن کرتے۔ ایک قابل اعتماد شخص نے مجھے بتایا کہ وہ ہر شب پندرہ پاروں کی تلاوت فرماتے تھے۔(۲)

استاد مرزائے قمیؒ

استاد سید حسین خوانساری مرزائے قمی کے نام سے مشہور ہیں۔ ان سے کبھی بھی نماز شب، زیارت عاشورہ اور نماز جماعت نہیں چھوٹتی تھی۔ وہ اپنے بیوی بچوں کے ساتھ گھر ہی پر باجماعت نماز قائم کرلیا کرتے تھے اور مسجد نہیں جاتے تھے۔ بڑے منصف مزاج تھے۔ بے سہارا لوگوں کی مدد فرماتے اور مسلمانوں کے امور کی اصلاح کے سلسلے میں خاص اہتمام فرمایا کرتے تھے۔ انہون نے خوانسار کے حاکم کو خاص طور پر حکم دے کر ایک جامع مسجد تعمیر کروائی تھی اس مسجد میں نماز جمعہ اور یومیہ نماز جماعت کے ساتھ ادا کی جاتی تھی۔(۳)

کتاب "کفایہ" کے مولف

کتاب "کفایہ" اور "حیوۃ الاسلام" کے مولف آخوند خراسانی صبح اور مغربین کی نماز باجماعت بجالاتے تھے اور ماہ رمضان میں ظہرین بھی جماعت سے ادا فرماتے تھے۔ وہ روزآنہ کی نافلہ نمازیں کبھی نہیں چھوڑتے تھے اور پوری دل جمعی سے بجالاتے تھے۔ مقصد صرف نماز کی ادائیگی نہیں ہوتا تھا بلکہ ان کا درخشاں چہرہ سچے روحانی جذبے کی عکاسی کرتا تھا۔

آخوند خراسانی کے پڑوسی کا بیان ہے: میرے گھر کی چھت ان بزرگوار کی چھت سے متصل تھی۔ جب وہ سجدے میں جاتے تو اس دلخراش

(۱) فوائد الرضویہ صفحہ ۴۱۹ (۲) مناہج المعارف صفحہ ۱۷۹

کرنے میں پیش پیش دکھائی دیتے تھے اور سب ہی ضرورت مندوں کو ضروریات ان کے ذریعے پوری ہوتی تھیں۔(۱)

شہید محراب برغانی

محمد تقی برغانی سحر کے وقت امام زین العابدین علیہ السلام کی پندرہویں مناجات حالت سجدہ میں پڑھ رہے تھے کہ آپ فرقہ "بابیہ" (بہائی مذہب کے پیروکار) کے ہاتھوں شہید ہوگئے۔ کتاب "نجم السماء" کے مولف ان کے بارے میں تحریر فرماتے ہیں۔

ان کی عبادت کا یہ عالم تھا کہ وہ ہمیشہ آدھی رات کو مسجد چلے جاتے اور صبح صادق تک مناجات، دعاؤں، نماز شب اور گریہ وزاری میں مشغول رہتے تھے۔ امام زین العابدینؑ کی پندرہویں مناجات بغیر کتاب کی مدد سے پڑھا کرتے تھے۔ ان کے معمولات درجہ شہادت پر فائز ہونے تک اسی طرح رہے۔

اکثروبیشتر موسم سرما میں انہیں دیکھا گیا کہ وہ اپنی مسجد کی چھت پر شدید برف باری کے عالم میں کاندھوں پر کھال ڈالے سر پر عمامہ رکھے گریہ و زاری اور مناجات میں مشغول ہیں۔ حالتِ قیام میں ان کے ہاتھ دعا کے لئے آسمان کی جانب بلند ہوئے اور برف ان کے پورے جسم کو سر سے پاؤں تک سفید کردیتی تھی(۱)

سید صدرالدین عاملی

سید صدرالدین عاملی اصفہانی کے بارے میں شیخ عباس قمی تحریر فرماتے ہیں:

(۱)مرگی در نور صفحہ ۳۹۴-۳۹۵ (۲)شہیدانِ راہ فضیلت صفحہ ۷۹-۴-۷۶-۴

بو علی سینا اور مشکل مسئلہ

ابن خلکان اپنی تاریخ کی کتاب میں شیخ الرئیس بو علی سینا کے بارے میں لکھتے ہیں کہ جب انہیں کوئی مشکل مسئلہ پیش آتا تو وہ اٹھ کر وضو کرتے اور جامع مسجد میں جاکر دو رکعت نماز پڑھتے پھر خدا کی بارگاہ میں اپنے مسئلے کے سلسلے میں رجوع فرماتے اس طرح ان کی یہ مشکل آسان ہو جاتی تھی اور بہت پوشیدہ امور ان پر واضح ہو جاتے تھے۔

سچ ہے انسان جب یہ صفت پیدا ہو جائے کہ صدق دل اور روح کی گہرائی سے عالم ملکوت کی جانب رجوع کرے تو اس کی مراد جلد ہی پوری ہو جاتی ہے اور وہ کسی بھی چیز کی تہہ تک پہنچ جاتا ہے۔(۱)

عبادت اور زیارت

آقا احمد بہبہانی، استادوں کے استاد وحید بہبہانی کے پوتے ہیں۔ وہ اپنے طالب علمی کے زمانے کو یوں بیان فرماتے ہیں:

اس زمانے میں دل میں عجیب شفقت و مہربانی کے جذبات سے لبریز" ہوتا تھا۔ اکثر ایسا ہوتا تھا کہ میں صبح تک لکھنے پڑھنے میں مصروف رہتا اور بالکل تھکاوٹ کا احساس تک نہیں ہوتا تھا۔ اکثر و بیشتر شب جمعہ میں دوسرے طلبا کے ساتھ مل کر "مسجد کوفہ" میں مصروف عبادت ہوا کرتا تھا۔ اور مسجدِ سھلہ، مسجد صعصعہ، مسجد حنانہ جاکر عبادت کرتا تھا۔ اسی طرح میں کمیل ابن زیاد، میثم تمار، مسلم بن عقیل اور ہانی بن عروۃ کے مقبرے کی زیارت کا شرف حاصل کرتا تھا۔

جب کبھی بھی میرے دل میں افسردگی پیدا ہوتی میں اہل قبور کی زیارت

(۱) مجموعہ مقالات ۱۵۶-۱۵۷

رات ہوتی ہے تو اپنے پیروں پر کھڑے ہو کر قرآن کی آیتوں کی ٹھہر ٹھہر کر تلاوت کرتے ہیں، جس سے اپنے دلوں میں غم واندوہ تازہ کرتے ہیں اور اپنے مرض کا چارہ ڈھونڈھتے ہیں۔ جب کسی ایسی آیت پر ان کی نگاہ پڑتی ہے جس میں جنت کی ترغیب دلائی گئی ہو تو اس کی طمع میں ادھر جھک پڑتے ہیں کہ وہ (پر کیف) منظر ان کی نگاہوں کے سامنے ہے۔ اور جب کسی ایسی آیت پر ان کی نظر پڑتی ہے کہ جس میں (دوزخ سے) ڈرایا گیا ہو تو اس کی جانب دل کے کانوں کا جھکا دیتے ہیں اور یہ گمان کرتے ہیں کہ جہنم کے شعلوں کی آواز اور وہاں کی چیخ پکار ان کے کانوں تک پہنچ رہی ہے۔

وہ (رکوع میں) اپنی کمریں جھکائے اور (سجدہ میں) اپنی پیشانیاں، ہتھیلیاں، گھٹنے اور پیروں کے انگوٹھے زمین پر رکھے ہوئے ہیں اور اللہ تعالیٰ سے گلو خلاصی کے لئے التجائیں کرتے ہیں۔

اور وہ لوگ جو اس طرح شب بیداری کرتے ہیں ان کی روحیں کسی اور دنیا میں رہتی ہیں تو یہی لوگ جب دن ہوتا ہے تو وہ دانشمند عالم، نیکو کار اور پرہیز گار نظر آتے ہیں۔(۱)

نہ کمی نہ زیادتی

افسوس کے ساتھ کہنا پڑتا ہے کہ عبادت اور بندگی کے سلسلے میں مستحب اعمال اور دعاؤں کے معاملے میں بہت سے لوگ بھٹک گئے ہیں۔ ان معاملات میں نہ کمی ہونی چاہئے اور نہ ہی زیادتی۔

بعض طلباء ایسے ہیں جو چند صرفی اصطلاحات اور "الفیہ ابن مالک" کے چند اشعار رٹ کر غرور و تکبر کا شکار ہو گئے اور یہ سمجھ بیٹھے ہیں کہ گویا انہوں نے

(۱) نہج البلاغہ خطبہ ۱۹۳

سمجھنے اور سلیقہ عبادت الٰہی سکھانے کا ایک ذریعہ ہوا کرتا ہے۔

طالب علموں کے اس گروہ کے مقابلے میں ایک دوسرا گروہ بھی ہے جو مستحب عبادات بجالانے، زیارتیں اور دعائیں پڑھنے کو سب کچھ سمجھ بیٹھا ہے اور اس نے اسلام کے مسلمہ فرائض اور واجبات تک کو نظر انداز کردیا ہے! وہ پہلا گروہ بھی عبادات کو ریاضت کو بھلا بیٹھا ہے، وہ بھی دین کی تعلیمات کو مکمل طور پر نہ سمجھ کر اسلام کے لئے نقصاندہ ہے اور یہ دوسرا گروہ بھی جو دعائیں وغیرہ پڑھتے رہنے کو سب کچھ گردانتا ہے، اس نے بھی اسلام کو چند عبادتوں میں محصور کردیا ہے! ایسے افراد یا تو سرے سے درس ہی نہیں پڑھتے ہیں یا چوبیس گھنٹے میں ایک درس پڑھ لیتے ہیں۔ یہ لوگ اکثر بیکار، کاہل اور سست پڑے رہتے ہیں اور مزے کی بات یہ کہ جواب میں کہہ دیتے ہیں: "علم سے تو انسان میں غرور پیدا ہو جاتا ہے!"

"علم تو (عرفان اور معرفت کی راہ میں) بہت بڑا پردہ ہے!!"

ہم تو بھئی "اپنی ذات کی تعمیر اور نفس کی اصلاح میں مشغول ہیں" (لہٰذا ان "درسوں" مین جاکر علم حاصل کرنا کیا ضروری ہے!) اس قسم کی باتیں کرنے والے افراد کے بارے میں یہ کہنا درست ہو کہ کَلِمَةُ حَقٍّ یُرادُ بِهَا بَاطِلٌ یعنی: حق بات کہ کروہ اس سے باطل مراد لے رہے ہیں۔

یہ دوسرا گروہ اور اسی طرح پہلا گروہ دونوں ہی غلطی پر ہیں۔ دونوں ہی کے لئے حضرت علیؑ کا یہ فرمان درست ہے کہ:

لاَ تَرَی الجَاهِلَ اِلّا مُفرِطاً اَوْ مُفَرِّطاً

یعنی "جاہل و نادان انسان یا تو کسی بھی کام میں زیادتی کر بیٹھتے ہیں یا کمی کر ڈالتے ہیں"(۱)

(۱) نہج البلاغہ حکمت ۷۰

امامؑ کے اس ارشاد گرامی کی روشنی میں یہ واضح ہو جاتا ہے کہ ہمیں میانہ روی اختیار کرنا چاہئے۔

میانہ روی اختیار کیجئے

طلباء کو چاہئے کہ میانہ روی اختیار کریں اور ساتھ ہی ساتھ مستحب عبادتیں بجالانے، دعائیں اور زیارتیں پڑھنے سے بھی غافل نہ ہوں۔ یہ درست ہے کہ حصول علم کے سلسلے کو بنیادی اہمیت حاصل ہے لیکن مستحب اعمال کو بجالائیں اور بتدریج خداوند متعال سے اپنا رابطہ اور گہرا بنانے میں مصروف رہیں اور آئمہ طاہرینؑ سے مروی دعاؤں اور مناجات وغیرہ سے مدد حاصل کریں۔ اس طرح آئمہ معصومینؑ سے توسل کو مزید مستحکم بنانے میں لگے رہیں۔ اگر ایسا نہ کیا گیا یا اس کے برعکس طرز عمل اختیار کیا گیا تو ہم خود اپنے سے بدقسمتی کا سامان کریں گے اور جہالت و گمراہی کے گرداب میں پھنس کر ہلاک ہو جائیں گے۔ آنے والے صفحات پر بھی اس موضوع کی مزید وضاحت کریں گے۔

باب۔۶

یادالٰہی، دعائیں، زیارتیں اور آئمہؑ سے توسل

مَنْ اَتَاکُمْ نَجیٰ وَمَنْ لَمْ یَاتِکُمْ هَلَکَ ۔۔۔ مَنْ وَالاکُمْ فَقَدْ وَالَی اللّٰهَ وَمَنْ عَادَاکُمْ فَقَدْ عَادَیَ اللّٰهَ۔۔۔ بِکُمْ فَتَحَ اللّٰهُ بِکُمْ یَخْتِمُ اللّٰه وبکم نیزل الغیث وَبِکُمْ یُمْسِکُ السَمَاءَ اَنْ تَقَعَ عَلَی الاَرْضِ اَلَّا بِاِذْنِهٖ ۔۔۔ وَعِنْدَکُمْ مَانَزَلَتْ بِهٖ رُسُلُه' وَهَبَطَتْ بِهٖ مَلَائِکَتُه' ۔۔۔ مَنْ اَرَادَ اللّٰهُ بَدءَ بِکُمْ وَمَنْ وَحَّدَه' قَبِلَ عَنْکُمْ وَمَنْ قَصَدَهٗ تَوَّجَد' بِکُمْ (۱)

(۱) زیارت جامعہ کبیرہ

تھے۔ ان کی زندگی کے پچاس سالہ دور میں شاید ہی کبھی ایسا اتفاق ہوا کہ طلوع فجر سے پہلے ان کی آنکھ نہ کھلی ہو۔ وہ رات کے آخری حصے میں بیدار ہونے اور نماز شب پڑھنے کو انتہائی اہمیت دیتے تھے۔ اس ضیعفی کے عالم میں بھی نجف اشرف کی سخت گرمی میں جبکہ درجہ حرارت ۵۰ سینٹی گریڈ ہوا کرتا تھا وہ نماز مغرب و عشاء اور ان کی نفل نمازوں سے فارغ ہو کر ہی ماہِ رمضان کا روزہ افطار کرتے تھے۔

کتاب تہفت امام خمینیؒ" کی پہلی جلد کے صفحہ ۲۹ پر ہے کہ "جب نجف آئے تو یہاں بھی زیارت، مستحب نمازیں اور دوسرے اعمال معمول کے مطابق جاری رہے۔ سردی ہو یا گرمی، بارش ہو یا سخت سردی کی لہر وہ باقاعدگی سے مغرب ہونے کے تین گھنٹے بعد حرم مطہر علیؑ ابن ابی طالبؑ میں حاضر ہوا کرتے تھے ہاں البتہ جب آپ کی طبیعت ناساز ہوتی یا شہر میں فوجی قانون کے تحت حرم تک پہنچنا ممکن نہ ہوتا تو پھر یہ اور بات تھی۔"

امام خمینیؒ کے صاحب زادے بتاتے ہیں

"جس رات عراق میں فوجی بغاوت ہوئی، ملک میں کرفیو لگا دیا گیا امام خمینیؒ کے لئے زیارت پر جانے کا یہ موقع نہیں تھا۔ اس وقت میں نے انہیں گھر کے تمام کمروں میں دیکھا لیکن وہ نہ ملے۔ مجھے پریشانی لاحق ہوگئی۔ اسی طرح میں چھت پر نکل گیا۔ وہاں میں نے دیکھا کہ آقائے خمینیؒ روضۂ حضرت امیر المومنینؑ کی طرف رخ کئے زیارت پڑھ رہے ہیں۔"

زیارت جامعہ کبیرہ کافی طولانی زیارت ہے، اس کے لئے تقریباً ایک گھنٹہ چاہئے۔ اور اس گھنٹے میں انسان خود کو اپنے آئمہ معصومینؑ کے سامنے محسوس کر کے ان کے حق کی ادائیگی کے بارے میں اعادہ کرتا ہے۔ دراصل یہ

تاکید فرمارہے ہیں کہ زیادہ سے زیادہ پروقار طور پر عزاداری اہلبیتؑ کا اہتمام کیا جائے۔

اسلامی حکومت ک قائم ہو جانے کے بعد اب بھی آقائے خمینیؒ کا یہی طریقہ رہاہے کہ و معصومینؑ کی تاریخوں میں اور خاص طور پر روز عاشور مجلس عزا کا اہتمام فرماتے ہیں۔ ماتمی دستے اور مرثیہ خوان آتے ہیں اور اپنے مخصوص انداز میں نعرے لگاتے ہیں اور مصائب پڑھتے ہیں آقائے خمینیؒ بیٹھ کر مصائب امام حسینؑ سنتے ہیں اور گریہ کرتے ہیں۔ مرثیہ خوان اور مصائب بیان کرنے والے آقائے خمینیؒ کے گریہ وزاری کی کیفیت کا اندازہ کرتے ہوئے کم مصائب پڑھتے ہیں کہ کہیں ایسا نہ ہو کہ اہلبیتؑ کے اس شیدائی کی روتے روتے حالت بالکل دگرگوں نہ ہو جائے۔

شہادت جناب فاطمہ زہراؑ کی تاریخ تھی۔ آقائے خمینیؒ نے اپنے دفتر کے تمام افراد کو اسی مناسبت سے اپنے کمرے میں حاضر ہونے کی ہدایت فرمائی۔ پورا اسٹاف جمع ہوا اور مجلس شہادت شروع ہوئی مصائب میں آقائے خمینیؒ بلند آواز سے گریہ واری کرنے لگے مروارید کے دانوں کی طرح آنسوں کے قطروں نے ان کے رخساروں کو بالکل تر کردیا تھا۔ یہ حالت دیکھ کر اس ذاکر نے مصائب مختصر کردیئے۔

اگرچہ دینا والے اور ذرائع ابلاغ امام خمینیؒ کے اس گریہ کرنے کے بارے میں مختلف قسم کی تشریح و توضیع بیان کرتے ہیں لیکن انہیں ان باتوں سے کوئی مطلب نہیں وہ تو ٹی وی کے اسکرین پر بھی سید الشہداءؑ کے مصائب پر آنسو بہاتے ہوئے دکھائی دینے میں کوئی جھجک محسوس نہیں کرتے تھے۔

امام زمانہؑ کے حوالے سے ایک مرتبہ مدرسۂ "رفاہ" کے کسی طالب علم

ہوئے تھے اور آج انہیں ولایت خطرے میں دکھائی دے رہی ہے۔ کیا انہیں اس لئے ولایت خطرے میں نظر آرہی ہے کہ آج ساری دنیا میں مکتب تشیع کے وقار میں اضافہ ہو گیا ہے؟ کیا انہیں اس لئے ولایت خطرے میں نظر آرہی ہے کہ آج ایران ساری دنیا تک علیؑ کے پیغام کو پہنچا رہا ہے؟ اور انہی کی خاندان کے ایک سید بزرگوار (آقائے روح اللہ موسوی) نے ساری دنیا کی توجہ شیعیت کی طرف کرادی ہے۔ اور عزت عظمت اسلامی اور مسلمانوں کا مقدر بن گئی ہے؟!!

یا ایسا نہیں ہے؟ اگر ایسا نہیں تو پھر یہ لوگ وا ولا یتاہ (ہائے ولایت خطرے میں ہے)۔ کی فریاد کیوں بلند کر رہے ہیں؟ اے اس قسم کی فریادیں بلند کرنے والوں! تم کتنے بد قسمت ہو! آقائے خمینیؒ کی کتاب "مصباح الہدایہ" کا ایک صفحہ تک تو تم سمجھ نہیں سکتے جبکہ یہ کتاب انہوں نے چالیس سال پہلے لکھی تھی۔ اور اب تم ولایت کے حامی بن بیٹھے ہو اور علیؑ کا نام لے کر اور گریبان چاک کر کے ان کی حمایت کا اظہار کر رہے ہو! یہ کیسی ولایت اور یہ کیسی حمایت ہے؟!! تم تو حامی اور اہل بیتؑ کے دوست رہو لیکن وہ عظیم الشان رہبر وہ اہلبیتؑ کا حقیقی شیدائی جس نے مکتب اہل بیتؑ سے اس دور کی دنیا کو روشناس کرایا تمہارے بقول آئمہ طاہرینؑ سے وابستگی نہ رکھنے والا قرار پائے اور مکتب تشیع کو کمزور کرنے کا باعث بن جائے؟!!

جوتے رکھوا کر حرم میں جاتے ہیں، بوسہ لے کر اسے چہرے اور داڑھی پر پھیر لیا کرتے تھے اور اس کے بعد بڑے خضوع و خشوع کے ساتھ غم واندوہ کی حالت میں زیارت کرتے تھے (۱)

آقائے دربندی

آخوند ملا آقائے دربندی، شریف العلماء استاد شیخ انصاری کے شاگرد ہیں۔ ان کے بارے میں لکھا ہے :

آقائے دربندی بڑے اہتمام کے ساتھ سید الشہداءؑ کی مجالس عزا منعقد کرتے تھے اور اس کے پابند رہا کرتے تھے۔ حالت یہ ہوتی تھی کہ ممبر پر مصائب بیان کرتے کرتے وہ کیفیت طاری ہو جاتی تھی کہ شدت غم سے غش کر جاتے تھے۔ روز عاشور صرف اپنے جسم پر کپڑے لپیٹ کر سر پر خاک ڈال کر اور مٹی بدن پر مل کر ممبر پر جاتے اور مصائب امام مظلومؑ بیان فرماتے۔ (۲)

شیخ عبدالوہاب تہرانی

شیخ عبدالوہاب تہرانی، شیخ آقائے بزرگ تہرانی کے چچازاد بھائی ہیں۔ ہر سب جمعہ اپنے گھر پر مختصر سی مجلس کیا کرتے تھے اور ذکر مصائب امام حسینؑ بیان کر کے بہت رویا کرتے تھے۔ (۳)

ائمہؑ کے فیض سے شفا

شیخ عباس قمی لکھتے ہیں : سید نعمت اللہ جزائری نے جب اپنی تعلیم کا آغاز کیا تو ان کے پاس رات میں مطالعہ کرنے کے لئے چراغ کا بندوبست نہیں تھا اور وہ چاند کی چاندنی میں لکھتے پڑھتے تھے جس کی وجہ سے ان کی بینائی کمزور ہو گئی تھی۔

(۱) قصص العلماء صفحہ ۲۰۲ (۲) قصص العلماء صفحہ ۱۰۹ (۳) زندگانی و شخصیت شیخ انصاری صفحہ ۳۳۸

"کہیں اہل بیت رسولؐ نے مجھے اپنی ولایت اور دوستی سے نکال نہ دیا ہو"! کیونکہ بعض اوقات وہ یہ بات بڑی درد بھری آواز میں رو رو کر کہا کرتے تھے۔

شیخ عباس قمیؒ کے بڑے بیٹے مزید فرماتے ہیں کہ اس زمانے میں چونکہ مدرسے میں پڑھتا تھا لہٰذا پڑھنے چلا گیا۔ لیکن جب ظہر کے وقت گھر لوٹا تو میں نے دیکھا کے میرے والد لکھنے میں مصروف ہیں۔ میں نے سوال کیا: آپ کی آنکھیں ٹھیک ہو گئیں؟! انھوں نے فرمایا: "میرا درد بالکل ختم ہو گیا ہے۔"

بیٹے نے اپنے والد ماجد سے پوچھا: آخر آپ نے کس طرح علاج کیا؟ والد نے اپنے بیٹے کو بتایا: "میں نے وضو کیا اور روبقبلہ بیٹھ کر کتاب کافی کو کھول کر آنکھوں سے لگایا جس کے باعث میری آنکھوں کا درد ختم ہو گیا۔

وہ کتاب کافی جسے میرے والد نے آنکھوں سے لگایا تھا مشہور فقیہ عبداللہ تونی کے ہاتھوں کی لکھی ہوئی تھی اور میرے والد اس قلمی نسخے کو بہت عزیز رکھتے تھے۔

شیخ وعباس قمیؒ جس زمانے میں مشہد مقدس میں مقیم تھے وہاں ایک مرتبہ انکا ایک تین سالہ بیٹا بیمار ہو گیا۔ بچے کے لئے ایرانی جوشاندہ تیار ہوا اس میں تھوڑی سی شکر ڈالی گئی اور شیخ عباس قمی اپنی انگلی سے اس مائع دوا کو مخلوط کرنے لگے ان کی زوجہ نے کہا: "تھوڑا سا ٹھہر جایئے تاکہ میں چمچہ لے آوں۔"

شیخ عباس قمیؒ نے جوب دیا: انگلیوں سے دوا ملا کر میں اس کے ذریعے شفا کی امید کر رہا ہوں کیونکہ انہی انگلیوں سے میں نے آئمہ معصومینؑ کی ہزاروں حدیثیں لکھی ہیں۔

ایک ماتمی کے سر کی خاک سے شفا

جلیل القدر مجتہد آیت اللہ بروجردی بیان فرماتے ہیں:

۔۔۔۔۔۔ "انہیں یہ مقام زیارت عاشورہ پڑھنے کی وجہ سے ملا ہے۔"

مرزا ابراہیم محلاتی نے اپنی عمر کے آخری تیس سالوں میں کبھی زیارت عاشورہ نہیں چھوڑی تھی یہاں تک کہ اگر وہ کبھی بیمار ہو جاتے یا کسی اور وجہ سے نہ پڑھ پاتے تو اپنا نائب معین کر کے زیارت عاشورہ پڑھوا لیتے تھے۔

شیخ جواد یہ خواب دیکھ کر بیدار ہو گئے اور دن گزرنے کے بعد رات میں آیت اللہ مرزا محمد تقی شیرازی کے گھر گئے۔ ان سے اپنا خواب بیان کیا۔ خواب سن کر وہ رونے لگے جب رونے کا سبب معلوم کیا گیا تو انہوں نے فرمایا مرزا محلاتی علم فقہ کے بلند پایا عالم تھے وہ اب اس دنیا میں نہیں رہے۔ لوگوں نے کہا شیخ جواد نے تو خواب دیکھا ہے اس کی حقیقت تو معلوم نہیں ہے۔ مرزا شیرازی نے فرمایا: ہاں، خواب تو ہے لیکن شیخ جواد کا خواب عام لوگوں کے خوابوں کی طرح نہیں ہے بلکہ یہ ایک سچا خواب ہے۔

دوسرے دن مرزا محلاتی کے انتقال کا ٹیلی گرام شیراز سے نجف پہنچا اور شیخ جواد عرب کے خواب کی صداقت واضح ہو گئی۔ (۱)

قدوسی شہید آلِ محمدؐ سے گہری عقیدت رکھتے تھے۔ وہ زیارت جامعہ اور عاشورہ پڑھنے کے ساتھ ساتھ مجلس عزائے سید الشہداؑ میں پابندی سے شرکت کیا کرتے تھے۔

آیت اللہ قدوسی کا کہنا تھا کہ علامہ طباطبائی سے محرم اور صفر میں بھی زیارت عاشورہ نہیں چھوٹتی تھی۔ اور زیارت جامعہ کے سلسلے میں بھی خاص اہتمام فرمایا کرتے تھے۔ ان کی پوری کوشش یہ ہوتی تھی کہ سب سے بہترین اور صحیح کتاب سے زیارت پڑھیں۔ پھر آقائے قدوسی فرماتے ہیں کہ میں علامہ طباطبائی

(۱) داستانہای شگفت صفحہ ۲۷۳-۲۷۴ داستان نمبر ۱۱۴

آیت اللہ شیرازی نے وہاں پر موجود علماء سے پوچھا: "اگر میں تمہیں حکم دوں تو کیا اس کی اطاعت ضروری ہے یا نہیں؟" سب نے جواب دیا: "کیوں نہیں!" اب آیت اللہ محمد تقی شیرازی نے فرمایا:

"میں حکم دیتا ہوں کہ آج سے دس دن تک سامرہ میں رہنے والے شیعہ زیارت عاشورہ پڑھیں اور اس کا ثواب حضرت حجۃ ابن الحسن عسکریؑ کی والدہ ماجدہ نرجس خاتون کی روح کو ہدیہ کریں تاکہ اہل سامرہ سے یہ وبا دور ہو جائے!"

آقائے فشارکی کے گھر میں موجود تمام علماء نے اس حکم کو سنا اور اسے سامرہ میں رہنے والے تمام شیعوں تک پہنچایا۔ اپنے مجتہد کا یہ حکم پاتے ہی سب لوگ زیارت عاشورہ پڑھنے میں مشغول ہوئے۔ اور اسی دن سے سامرہ کا کوئی شیعہ اس وبا کا شکار ہو کر نہیں مرا۔ ہاں البتہ کچھ دوسرے مسلک کے لوگ روزانہ اس وبائی مرض کا شکار ہو کر انتقال کر جاتے تھے۔ پھر کچھ اہل سنت حضرات نے جان پہچان کے شیعوں سے پوچھا کہ اس وبا سے شیعہ کیوں محفوظ ہیں تو انہوں نے ان کو بتایا کہ ہم زیارت عاشورہ پڑھنے کی وجہ سے محفوظ ہو گئے ہیں۔ چنانچہ وہ لوگ بھی زیارت عاشورہ پڑھنے لگے اور ان سے بھی یہ بلا دور ہو گئی۔(۱)

ماہ محرم کے پہلے عشرے میں آیت اللہ مرزا محمد تقی شیرازی کے گھر مجلس عزا کا اہتمام ہوتا تھا اور عاشور کے دن وہاں سے طلبا اور علماء حضرت امام حسینؑ اور ابوالفضل العباسؑ کے روضے پر عزاداری کے سلسلے میں جایا کرتے تھے۔ آیت اللہ شیرازی کا طریقہ یہ تھا کہ وہ عاشور کے دن اپنے بالائی کمرے میں زیارت عاشورہ پڑھتے پھر نیچے آکر مجلس عزا میں شریک ہو جاتے۔ ایک بزرگ عالم دین بیان فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ میں بروز عاشورہ ان کے گھر پر تھا وہ معمول سے

(۱) داستان ہای شگفت صفحہ ۳۹۹-۴۰۱ داستان ۱۴۸

ایک شخص جس کا نام شیخ جعفر تھا۔ وہ آقائے خمینیؒ کے نماز جماعت قائم کرنے کے بعد مسجد شیخ میں کچھ دیر مصائب امام حسینؑ پڑھتا تھا۔ لوگ اس طرف زیادہ توجہ نہیں دیتے تھے اور آہستہ آہستہ اٹھ کر چلے جاتے تھے۔ لیکن مصطفیٰ خمینیؒ اس ذکر مصائب سے کبھی نہیں گئے یہاں تک کہ بعض اوقات ایسا بھی ہوا کہ مسجد میں شیخ جعفر مصائب حسینؑ بیان کر رہے ہوتے تھے اور تنہا آقائے مصطفیٰ خمینیؒ سن رہے ہوتے تھے۔

آقائے مصطفیٰ خمینیؒ مجلسوں میں پابندی سے شرکت کرتے تھے خواہ ان کے دوستوں کے گھر پر مجلس ہو یا مدر سہ میں وہ ہر جمعہ کی صبح اپنے گھر پر بھی مجلس عزا کا اہتمام فرماتے تھے اور بعض اوقات ایسا بھی اتفاق ہوتا تھا کہ مجلس سننے کے لئے صرف وہی بیٹھے ہوتے تھے اور ذاکر مجلس پڑھ رہا ہوتا تھا!

جی ہاں! ایسے ہوتے ہیں مجاہد علمائے کرام یہ تھے مصطفیٰ خمینیؒ جو اس انداز میں مجلس عزا، دعائے توسل اور زیارت امام حسینؑ کی پابندی کیا کرتے تھے!

شیخ محمد جواد بلاغی

شیخ محمد جواد بلاغی کے بارے میں ہے کہ وہ اہل بیتؑ اور خاص طور پر مظلوم کربلا امام حسینؑ سے خاص عقیدت رکھتے تھے۔ کتاب "ماضی النجف وحاضرھا" کے مصنف لکھتے ہیں کہ شیخ جواد بلاغی کو امام حسینؑ سے گہری عقیدت و محبت تھی اور اس امر سے انکار نہیں کیا جاسکتا۔۔۔ اگر وہ نہ ہوتے تو بلاشبہ عزاداری امام حسینؑ کو زندہ رکھنے والے اشخاص ایک مددگار سے محروم ہوتے۔۔۔۔ لیکن یہ انہی کا وجود تھا جس نے پابندی سے عزاداری کا شایان اہتمام کیا اور شعائر عزاداری امام حسینؑ کو پروان چڑھایا۔

جب وہابی علماء نے جنت البقیع کے انہدام کا فتویٰ دے ڈالا تو ایسے

(یہ واقعہ کافی تفصیلی ہے جسے آیت اللہ حائری کے کرامات میں شمار کیا جاتا ہے کتاب کی چوتھی جلد میں اسے مفصل بیان کیا گیا ہے۔)

صاحب عبقات میر حامد کا مصائب میں بہوش ہونا

۵۔ کتاب "عبقات الانوار" کے مؤلف میر حامد حسین کے بارے میں آقائے بزرگ تہرانی لکھتے ہیں:

مجھے محمد تہرانی عسکری نے سید حسین یزدی سے سن کر بتایا ہے کہ سید حسین یزدی جانتے تھے کہ میر حامد حسین اپنے جد بزرگوار امام حسینؑ اور اہل بیت حسینؑ کے دردناک مصائب سننے کی طاقت نہیں رکھتے ہیں۔ چنانچہ جب وہ موجود ہوتے تھے تو میں مصائب نہیں پڑھتا تھا۔

اتفاقاً ایک روز لکھنؤ میں مجلس پڑھ رہا تھا وہ امام بارگاہ میں آکر بیٹھ گئے لیکن میں ان کو نہ دیکھ سکا۔ میں اپنے معمول کے مطابق مصائب پڑھنے لگا۔ اتنے میں ہر طرف سے یہ آواز بلند ہونے لگی: بس! بس! بس! اتنے ہی مصائب کافی ہیں اب مزید نہ پڑھنا!

یہ سن کر مجھے حیرت ہوئی لیکن تھوڑی ہی دیر بعد میری سمجھ میں آگیا کہ سید حامد حسینؒ موسوی میرے مصائب بیان کرنے کی وجہ سے بہوش ہو گئے ہیں۔(۱)

پیدل زیارت

کتاب "الذریعہ" کے مؤلف اپنے استاد مرزا حسینؒ نوری کے بارے میں لکھتے ہیں:

(۱) نقباء البشر جلد ا صفحہ ۳۴۹

الوسائل" کے مؤلف بھی ہیں) کے بارے میں مزید تحریر کرتے ہیں:

وہ وضو کر کے تھوڑا سا سونے کے بعد بیدار ہو جاتے تھے اور پھر سے وضو کرنے کے بعد طلوع فجر صادق سے کافی پہلے ہی حرم امیر المومنینؑ کی طرف روانہ ہو جاتے تھے۔ خواہ سردی ہو یا گرمی، خزاں ہو یا بہار آپ کے اس معمول میں کوئی فرق نہیں پڑتا تھا۔ حرم پہنچ کر "باب قبلہ" کے پیچھے نماز شب میں مشغول ہو جاتے تھے۔ حرم کی چابیاں انہی کے پاس ہوا کرتی تھیں۔ وہ حرم کا دروازہ کھولتے تو استاد نوری ہی وہ پہلے شخص ہوتے جو حرم میں داخل ہوتے تھے اور خزانچی کے ساتھ مل کر چراغوں کو روشن کرتے تھے۔ پھر اس کے بعد مرقد مطہر کے سرہانے کھڑے ہو کر زیارت اور نوافل نمازیں پڑھنے میں مشغول ہو جاتے یہاں تک کہ صبح صادق ہو جاتی وہ اپنے خاص عابد وزاہد اور عارف وعالم ساتھیوں کے ساتھ نماز صبح باجماعت ادا فرماتے۔ پھر نماز صبح کی تعقیبات میں مشغول ہو جاتے یہاں تک کہ طلوع آفتاب سے ذرا پہلے گھر پہنچتے ہی اپنے کتب خانے میں جا کر علمی کام میں مصروف ہو جاتے۔

البتہ جمعہ کے دن وہ اپنے کتب خانے میں مصائب اور وعظ ونصیحت پر مبنی کتابوں ہی کا مطالعہ کیا کرتے تھے اور جو کچھ مطالعہ کرتے اس میں سے ہر جمعہ کو جوان کے ہاں مجلس ہوتی تھی اس میں بیان فرماتے تھے۔

وہ اہل بیتؑ کے بہت شیدائی تھے۔ مجلس میں جب مصائب بیان کرتے تو ان کی ریش مبارک آنسوؤں سے تر ہو جاتی تھی۔ مجلس ختم ہو جاتی تو جمعہ کے دوسرے مستحبات وظائف بجالاتے اور عصر کے وقت حرم مطہر جا کر وہاں آئمہ سے مروی دعاؤں کے پڑھنے میں مشغول ہو جاتے اور عصر جمعہ کے دوسرے اعمال بجالاتے!

خیال کرتے ہیں :

وہ اہلبیتؑ سے بے انتہا عقیدت رکھتے تھے دراصل ان کی زندگی اہل بیتؑ سے محبت ہی کے دم سے روشن تھی۔ امیر المومنینؑ سے ان کی عقیدت و محبت، عشق کی حد تک تھی۔ مجھے یاد نہیں کہ آئمہؑ میں سے کسی امام کا نام ان کے سامنے لیا گیا ہو اور انہوں نے اظہار عقیدت نہ کیا ہو۔ ہر سال گرمیوں میں مشہد جایا کرتے تھے۔ وہاں اکثر و بیشتر جب میں ان کے ساتھ ہوتا تو یہی دیکھا کرتا تھا کہ وہ اپنے لرزتے ہوئے ہاتھوں سے حرم امام علی رضاؑ کے دروازے کو بوسہ لیا کرتے تھے۔ کبھی کوئی ان سے دعا کی درخواست کر دیتا تو وہ فرماتے : ” جاؤ! حضرت امام رضاؑ کے در پر جاکر سوال کرو۔ میری کیا حیثیت ہے سب کچھ تو وہیں ہے۔ “ علمی اور لغت و ادب کی غلطیوں کو نظر انداز کر دیتے تھے لیکن خاندان عصمت و طہارت کی شان میں کسی معمولی سی بھی گستاخی کو نظر انداز نہیں فرماتے تھے اور بول پڑتے تھے۔ یہ بات ان کی تحریروں سے بھی جھلکتی ہے البتہ ان کے ساتھ رہ کر اسے بخوبی مشاہدہ کیا جا سکتا تھا۔

ماہ رمضان کی راتوں کو جاگ کر صبح تک عبادت اور مطالعہ میں مصروف رہتے تھے۔ پھر صبح کی نماز اور تعقیبات سے فارغ ہو کر طلوع آفتاب کے بعد سے ظہر تک آرام فرماتے تھے۔ اس کے علاوہ، ماہ رمضان کی راتوں میں اگر کہیں مجلس ہوتی تو اس میں شرکت کرتے اور بعض دفعہ سحر تک وہاں رہتے۔ اور اہل بیتؑ کے اعلی وارفع مقام اور ان سے اپنی عقیدت کا کھل کر اظہار فرماتے تھے۔

زیادہ ترجمعہ کے دن مجلس میں جاتے تھے اور بعض اوقات وہاں ان کی آنکھوں سے مسلسل آنسو جاری رہتے اور بدن پر لرزہ طاری ہو جاتا تھا۔ بلاشبہ انہیں جو بلند علمی مقام عطا ہوا وہ اسی عقیدت کا نتیجہ تھا۔

جہاد اور مسجد

جب روس اور انگلستان نے ایران پر حملہ کیا تو آخوند خراسانی نے حکم جہاد صادر فرما دیا۔ چنانچہ طے پایا کہ علمائے عراق ان کے ساتھ ایران کی جانب حرکت کریں گے۔

کتاب "حیوۃ الاسلام" میں ہے کہ جب نجف، کربلا، کاظمین اور سامرہ کے علماء آخوند خراسانی کے اس امر سے متفق ہوگئے کہ مملکت اسلامی (ایران) کے دفاع کے لئے روانہ ہونا چاہیئے تو انہوں نے اس کے لئے مسجد سہلہ کو معین فرمادیا۔ ۱۲ ذی الحجہ ۱۳۲۹ ہجری بدھ کی رات لوگوں کو مسجد میں جمع ہو کر امام زمانہؑ کو وسیلہ قرار دینے کی ہدایت کی گئی پھر مسجد سہلہ سے کربلا اور کاظمین سے ہوتے ہوئے دوسرے علمائے کرام کو ساتھ لیتے ہوئے ایران کی جانب مارچ کرنے کا پروگرام بنا۔ (اس طرح جہاد کے آغاز کے لئے مسجد اور امام زمانہؑ سے توسل اختیار کرنے کی ہدایات دی گئیں۔)

ملا صدر اور حرم معصومہؑ

کسی زمانے میں مشہور فلسفی ملا صدرا "کہک" نامی مقام پر زندگی بسر کیا کرتے تھے۔ جب کبھی انہیں کوئی مشکل مسئلہ پیش آتا تو وہاں سے قم تشریف لاتے اور حرم معصومہؑ پر حاضر ہو کر مدد حاصل کرتے تھے۔

شیخ عباس قمیؒ نے اس واقعہ کو نقل کرنے کے بعد لکھا ہے:

جب شہر "اسطا غیرا" میں ارسطو کا انتقال ہو گیا اور ایک عرصے کے بعد جبکہ اس کی ہڈیاں بوسیدہ ہو چکی تھیں وہاں کے لوگوں نے اسے جمع کر کے اور تانبے کے برتن میں ڈال کر ایک جگہ دفن کر دیا۔ پھر وہاں کے لوگوں

زیارتوں کے سفر کے لئے قرض لئے تھے وہ سود کی وجہ سے اب اسی تومان ہو گئے ہیں۔

یہ ۱۳۱۴ھ ہجری کے قریب پاس کی بات ہے اس وقت تومان کی قدر قیمت بہت زیادہ تھی۔ آقائے قوچانی کہتے ہیں کہ میرے والد کی کل جمع پونجی اسی تومان نہیں تھی۔

آقائے نجفی قوچانی کہتے ہیں کہ میں نے اپنی تین حاجتوں کو پورا کرنے کے لئے اصفہان کی مسجد شاہ جاکر چالیس دن تک زیارت عاشور پڑھنے کا فیصلہ کیا۔ اور ظہر سے دو گھنٹہ قبل زیارت عاشورہ شروع کرتا تھا اور ظہر کے بلکل قیرب ختم ہوتی تھی اس طرح مسجد شاہ کی چھت پر چالیس دن باقاعدگی سے یہ عمل بجالایا۔ ایک ماہ بھی نہیں گزرا تھا کہ میرے والد نے مجھے لکھا کہ امام موسیٰ الکاظمؑ نے میرا قرض ادا کردیا ہے۔ تو میں نے انہیں لکھا بلکہ سید الشہداؑ نے ادا کیا ہے۔ اور کلھم نور واحد کل کے کل نور واحد ہیں۔

چونکہ زیارت عاشورہ بہت جلدی موثر ثابت ہوئی تھی اور اس حاجت کا عام اسباب وو سائل کے ذریعے پورا ہونا ممکن نہیں تھا لہٰذا میں نے ہمت کر کے محرم اور صفر میں دوبارہ چالیس دن تک مسجد شاہ کی چھت پر زیارت عاشورہ پڑھنے کا فیصلہ کیا۔ پوری احتیاط کے ساتھ چالیس دن مکمل ہو گئے اس کے بعد میں نے ایک خواب دیکھا کہ میری حاجت پوری ہو گئی ہے۔۔۔۔ اور پھر اگلے ہی دن میری حاجت پوری ہو گئی۔

آقائے قوچانی اصفہان میں تعلیم حاصل کرنے کے بعد ۱۳۱۸ھ ہجری میں نجف اشرف تشریف لے گئے اس وقت ان کی عمر تیس سال کی تھی۔ نجف کے طلباء میں سے ایک طلاب علم ان کے طور طریق کے بارے میں یوں

تھا۔

"اللہ تعالی کو حاضر و ناظر جان کر گواہی دیتا ہوں کہ میں صدق دل سے امام عصرؑ سے گہری محبت رکھتا ہوں۔۔۔۔۔"

قرض کی ادائیگی

دو دو چار چار قران (ریال) قرض لیتے لیتے میں اپنے دوستوں سے ستائیس (۲۷) تومان قرض لے چکا تھا۔ اگر چہ یہ دوست قرض کی واپسی کا تقاضا نہیں کرتے تھے لیکن مجھے تو فکر تھی۔ ایک دن میرے ایک دوست نے جو میرے حالات سے واقف تھا مجھے فکر مند دیکھ کر کہا: "کس فکر میں ہو؟" میں نے جواب دیا: "اپنے قرض کی ادائیگی کے سلسلے میں پریشان ہوں۔" اس نے سوال کیا:

"تم نے یہ قرض غیر شرعی کاموں کی خاطر لئے ہیں؟" میں نے کہا: "نہیں!" اس نے کہا!

"تو کیا تم پاگل ہو گئے ہو؟! اسی طرح قرض لے کر گزر بسر کرتے رہو جیسے اب تک کرتے رہے ہو اور مر جاؤ، بروز قیامت میں یہ ذمہ داری اپنے سر لیتا ہوں، اپنے سر لیتا ہوں !!۔۔۔۔۔" اس پر میں نے جواب دیا: "گو کہ تم نے مجھے تھوڑی دیر کے لئے خوش کر دیا ہے، لیکن تمہیں نہیں معلوم میں مالیخولیا (ایک مرض جس میں ذہنی طور پر افسردگی طاری ہو جاتی ہے) میں مبتلا ہو گیا ہوں۔ تمہاری باتوں سے میں مطمئن نہیں ہو سکتا۔

پھر اس کے بعد میں منقولہ اور اور رائج اعمال کے سلسلے میں مزید کوشاں ہو گیا اور نبیؐ و امامؑ کے وسیلے سے اپنے قرض کی ادائیگی کے سلسلے میں دعائیں کرنے لگا۔ میں کربلا معلی روضہ امام حسینؑ کی زیارت کے لئے پیدل گیا

دعائیں اور اعمال مجھے معلوم تھے ان سب پر میں نے عمل کر لیا۔ لیکن میری حاجت پوری نہ ہوئی اور رنج و غم اور وسوسے میں پڑکر تقریباً دیوانہ ہی ہونے والا تھا۔

جمعہ کے دن وقت عصر میں حرم امیر المومنینؑ سے نکلتے ہوئے اسی فکر میں گم تھا کہ اب تک میری دعاؤں اور اعمال کا کوئی اثر ظاہر نہیں ہوا۔ یہی کچھ سوچتے ہوئے میں ''مسجد ہندی'' کے دروازے کے قریب سے گزر رہا تھا کہ مجھے خیال آیا: ''اب تک میں نے نبیؐ، امامؑ اور ولی اللہ کو وسیلہ قرار دیا ہے لیکن بغیر واسطے کے اب تک براہ راست خدا سے حاجت طلب نہیں کی ہے !، حالانکہ وہ تو سب سے قدیم عطا کرنے والا ہے۔ مجھے مسجد میں جانا چاہئے۔ یہ سوچ کر میں مسجد میں داخل ہو گیا۔ موسم گرما تھا اور مسجد میں زیادہ لوگ نہیں تھے۔ میں نے مسجد کے ایک ستون کے پاس گرمی سے بچنے کے لئے قبا کو تان کر دو رکعت نماز حاجت پڑھی، ایک سورہ یٰس اور پھر مغرب تک امن یجیب المضطر ایک ہزار دو سو مرتبہ یہ ورد انجام دیا۔ اس کے بعد میں نے خدا کی بارگاہ میں عرض کیا خداوند! میں نے ان ہستیوں کو وسیلہ سمجھ کر ہی اپنی حاجت طلب کی تھی کیونکہ یہ تیرے مقرب بندے ہیں۔ یہ سوچ کر ان سے کچھ نہیں مانگا تھا کہ یہ تیرے اذن کے بغیر کوئی ایسا کام کریں جو تجھے ناپسند ہو!

یہ سب کہہ کر میں مسجد سے باہر نکلا۔ ایک شخص نے مجھے سترہ قران (وہ ہی رائج چھوٹا سکہ) دیا اور کہا کہ آخوند خراسانی نے یہ تمہارے لئے بھجوائے ہیں۔ میں نے اللہ تعالیٰ سے کہا: خداوندا! میرا قرض ۲۷ تومان ہے۔ میں نے قرض کی ادائیگی کے سلسلے میں دعا کی ہے اس وقت کی بھوک کے بارے میں نہیں!

وہاں چلا جاؤں گا !" میں نے خوشی کا اظہار کر دیا اور کہا الحمد للہ، تمہیں اس کوڑے خانے سے نجات مل گئی اور پھر لکھنے میں مصروف ہو گیا۔ مغرب کے وقت آقائے آخوند خراسانی کی امامت میں نماز ادا کرنے جانے لگا ساتھ ہی ساتھ یہ بھی سوچتا جا رہا تھا کہ چھ سات مہینے سے اس کوڑے خانے میں سختیاں برداشت کر رہا ہوں، علیؑ کے خاندان سے منسوب ہوں اور بظاہر اس اصفہانی سے بہتر بھی ہوں۔ لیکن اسے تو دس دن کے اندر ہی اس کے چچا نے کمرا دلا دیا اور وہ سختیوں اور زحمتوں سے محفوظ ہو گیا۔

خدا مجھ جیسے شخص کے لئے جس کا کوئی پہچانے وال معروف مشہور شخص نہیں ہے، رحم نہیں کرتا، اس نے مجھے بھلا دیا ہے۔ اسی پریشانی کے عالم میں رنجیدہ چہرہ کے ساتھ میں حرم امیر المومنینؑ کے بامقابل کھڑا ہو گیا اور سلام کہے بغیر یوں گویا ہوا :

"اتنے عرصے میں زحمتیں اٹھا رہا ہوں اور تم ایک چچا جتنا بھی میرے لئے کام نہیں کر سکے !" پھر میں اسی طرح گریہ وزاری کرتے ہوئے نماز جماعت میں شامل ہو گیا۔

نماز جماعت کے بعد خراسان کے ایک شخص نے مجھ سے کہا : "وقف شدہ مکان کا ایک کمرہ خالی ہونے والا ہے۔ اس میں تصرف کے اختیار آکوند خراسانی کے پاس ہیں۔ تم ان سے اجازت لے لو۔" مجھ پر تو پہلے ہی سے مایوسی طاری تھی۔ پھر آخوند مجھے پہچانتے تک نہیں تھے، چنانچہ میں نے اس بات پر کوئی توجہ نہ دی۔ صبح درس کے لئے "مسجد ہندی" گیا وہاں تین طالب علموں نے یکے بعد دیگر مجھ سے اس خالی ہونے والے کمرے کے بارے میں یاد دلاتے ہوئے کہا کہ تم اس کے اجازت استاد محترم آخوند سے جلد از جلد حاصل

"آؤ چلو! وہ میرے تصرف میں رہا تھا جواب خالی ہو چکا ہے۔ چلو، چل کر تمہارا سامان اسی وقف شدہ کمرے میں منتقل کردیں اور تم وہاں رہو۔ ہم حجرے گئے۔ میں نے دری اور اپنے تابنے کا برتن اٹھایا اس نے سماور (چائے بنائے کا ایک مخصوص برتن) اور عبا قبا اٹھائی، پھر میں اس بوسیدہ سے کمرے میں تالا ڈال کر وقف شدہ کمرے میں منتقل ہو گیا۔ شیخ خراسانی میرا سامان رکھوا کر اور پھر مجھے چابی دے کر چلا گیا۔

وہ شیخ اصفہانی جو میرے پاس آکر ٹھہرا تھا مجھے ملا۔ اس نے مجھ سے پوچھا کہ کہاں چلے گئے؟ میں نے کہا:

"مجھے کمرہ مل گیا!"

تم اپنے چچا کے دلائے ہوئے کمرے میں نہیں گئے؟

زیادہ عرصہ نہیں گزرا تھا کہ کمرہ تو کیا ملنا تھا، وہ بیچارہ نجف سے واپس اصفہان چلا گیا! مولا علیؑ نے مجھے سمجھا دیا کہ وہ ایسے چچاؤں سے کہیں بہتر مہربان ہیں۔

حافظ نے کیا خوب کہا ہے:

آنان کہ خاک رابہ نظر کیمیا کنند
آیا بود کہ گوشۂ چشمی بہ ما کنند؟

یعنی: "وہ (معصومؑ ہستیاں) جو خاک کو ایک نظر میں سونا بنا دیتی ہیں۔ کیا معمولی سی نگاہ لطف ہم پر بھی نہیں فرمائیں گی؟" مطلب یہ ہے کہ ان کے دامن سے وابستگی اختیار کر کے ہم اپنی تمام مشکلات حل کر سکتے ہیں۔

تلخ حقیقت

اس باب میں ذکر شدہ تمام تر تفصیلات سے واضح ہو جاتا ہے کہ

یعنی "ان کے دل تو ہیں (مگر قصداً) ان سے سمجھتے ہی نہیں، اور ان کی آنکھیں ہیں، (مگر قصداً) ان سے دیکھتے ہی نہیں، اور ان کے کان ہیں (مگر) ان سے سننے کا کام ہی نہیں لیتے۔"

امام خمینیؒ کا بیان

"آئمہ طاہرینؑ نے بہت سے امور کو دعاؤں کے ذریعہ بیان فرمایا ہے۔ دعاؤں کی زبان میں اور اس طرز بیان میں کہ جس میں احکام اسلامی بیان ہوئے ہیں بہت فرق ہے۔ انہوں نے بہت سے معنی اور ماورائے طبیعت امور کو دعاؤں کے ذریعہ واضح فرمایا ہے۔ افسوس! ہم دعائیں تو پڑھ کر ختم کر لیتے ہیں لیکن ان امور کی جانب توجہ نہیں دیتے۔"(۲)

یہ دعائیں تو ہیں جو انسان کو اللہ کی طرف متوجہ کرتی ہیں اور ان کے ذریعہ ازلی غیبی قوت کی جانب انسان کی توجہ مبذول ہو جاتی ہے۔ دعائیں نہ صرف یہ کہ انسان کی سماجی مصرفیات کی راہ میں رکاوٹ نہیں ہیں بلکہ ان کے ذریعے تو انسان اور زیادہ سماجی خدمات کرنے لگتا ہے۔ یعنی وہ اپنی نہیں بلکہ لوگوں کی خدمت کرنے لگتا ہے اور سمجھ لیتا ہے بندگان خدا کی خدمت خدا کی خدمت ہے۔

یہ لوگ جو دعاؤں کی کتابوں پر اعتراض کرتے ہیں تو انھیں نہیں معلوم کہ کس طرح سے دعائیں انسان کی تعمیر کرتی ہیں۔ انھیں کیا معلوم کہ وہ دعائیں جو ہمارے آئمہؑ سے مروی ہیں مثلاً مناجات شعبانیہ، دعائے کمیل،

(۱) سورہ اعراف ۷: آیت ۱۷۹ (۲) جہاد اکبر صفحہ ۲۳۳